ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
25 اپریل تا یکم مئی 2002ء

☆ مشرق وسطیٰ کا آتش فشاں (منبر و محراب)
☆ امیر تنظیم اسلامی کا سیٹلائٹ چینل اے آر وائی کو انٹرویو (مکالمہ)
☆ دینی جماعتوں اور علمائے کرام کے کرنے کا اصل کام! (اداریہ)

اور بھی دورِ فلک ہیں ابھی آنے والے!

''......آگے بڑھنے سے قبل اس خیال کے تحت کہ مبادا مایوسی اور بددلی کے سائے زیادہ گہرے ہو جائیں، یہ حقیقت بیان کر دینی ضروری ہے کہ موجودہ صورت حال مستقل نہیں عارضی ہے، اور مستقبل میں بالکل برعکس ہو جائے گی۔ چنانچہ قرآن حکیم میں قوموں اور اُمتوں کے عروج و زوال کے جو اصول اور عذابِ الٰہی کا جو فلسفہ بیان ہوا ہے اور اس پر مستزاد احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں قربِ قیامت کے جو حالات و واقعات اور یہود و نصاریٰ اور مسلمانوں کے مابین آخری آویزش اور معرکہ آرائی کے ضمن میں جو پیشین گوئیاں وارد ہوئی ہیں، ان کے مطابق یہود پر بہت جلد ''عذابِ استیصال''، یعنی جڑ سے اکھیڑ پھینکنے والا عذاب نازل ہوگا اور وہ ''عظیم تر اسرائیل''، جس کے خواب وہ عرصے سے دیکھ رہے ہیں اگرچہ ایک بار قائم تو ہو جائے گا لیکن بالآخر وہی ان کا عظیم تر اجتماعی قبرستان بنے گا۔ دوسری جانب پورے کرۂ ارضی پر بالآخر امت محمد علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی حکومت قائم ہوگی اور اللہ کے دین کا بول بالا ہوگا، گویا موجودہ نیو ورلڈ آرڈر درحقیقت جیو ورلڈ آرڈر (یعنی یہودیوں کی بالادستی کا عالمی نظام) ہے بالآخر اسلام کے ''جسٹ ورلڈ آرڈر'' (Just World Order) یعنی خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے عدل و قسط پر مبنی عالمی نظام میں تبدیل ہو کر رہے گا۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ''اللہ نے مجھے پوری زمین کو لپیٹ کر (یا سکیڑ کر) دکھا دیا۔ چنانچہ میں نے اس کے سارے مشرق بھی دیکھ لئے اور تمام مغرب بھی۔ اور یقین رکھو کہ میری امت کی حکومت ان تمام علاقوں میں قائم ہو کر رہے گی جو مجھے لپیٹ کر (یا سکیڑ کر) دکھائے گئے''۔

(امیر تنظیم اسلامی کی کتاب ''سابقہ اور موجودہ مسلمان امتوں کا ماضی حال اور مستقبل'' سے ایک اقتباس)

سورۃ البقرہ (۶۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ط قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ط وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ o وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ط رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ط اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ o﴾ (آیات: ۱۲۶، ۱۲۷)

''اور یاد کرو جب ابراہیم نے دعا کی تھی: اے پروردگار! اس شہر کو (جس میں تیرا یہ گھر ہے) امن کا گہوارہ بنادے اور جو لوگ اس میں آباد ہیں' ان میں سے جو بھی اللہ پر اور یومِ آخر پر ایمان رکھتا ہو' اُن کو رزق پہنچا پھلوں کا۔ اللہ نے فرمایا: جو کوئی کفر کرے گا اس کو بھی میں کچھ قلیل ساز و سامانِ دنیا کا دوں گا۔ مگر پھر (آخرت میں) اسے کھینچ کر آگ کے عذاب میں پہنچا دوں گا۔ اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔ اور ذرا یاد کرو جب ابراہیم اور اسماعیل (ہمارے) گھر کی دیواریں اٹھا رہے تھے (اور دعا مانگ رہے تھے) اے ہمارے پروردگار! (ہماری اس خدمت کو) شرفِ قبول عطا فرما۔ یقیناً تو سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔''

یہاں ذکر ہو رہا ہے اُس دعا کا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کی بستی کے بارے میں کی جہاں وہ اپنے اکلوتے بیٹے اسماعیل کو آباد کر رہے تھے' کہ اے پروردگار' اس بستی کو امن کا گہوارہ بنادے۔ چنانچہ دنیا نے دیکھ لیا کہ انتہا درجے کی جہالت اور بدترین لاقانونیت کے دور میں بھی یہاں کے رہنے والوں کو امن نصیب تھا۔ اولادِ اسماعیل کے تجارتی قافلوں کو بیت اللہ کی بدولت تحفظ حاصل تھا اور وہ چوروں' ڈاکوؤں اور غارت گروں کی دست برد سے محفوظ تھے۔ دوسری دعا جو حضرت ابراہیم نے شہر مکہ کے لئے مانگی وہ یہ تھی کہ یہاں کے باشندوں (اسماعیل کی اولاد) کو پھلوں اور میووں کا رزق عطا فرما۔ اگرچہ وادیٔ مکہ خشک اور پتھریلے پہاڑوں کی وادی تھی جہاں زراعت اور کھیتی باڑی کا کوئی امکان نہیں تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس دعا کو یوں شرفِ قبولیت بخشا کہ اس بے آب و گیاہ وادی میں آج بھی دنیا بھر کے میوے اور ہر موسم کا پھل پہنچتا ہے اور ہر وقت پھلوں کی بہتات نظر آتی ہے۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا پوری نسلِ اسماعیل کے لئے نہیں تھی بلکہ آپؑ نے محتاط انداز اختیار کیا اور کہا کہ ان میں سے جو توحید اور آخرت پر ماننے والے ہوں انہیں پھلوں کا رزق عطا فرما۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس معاملہ میں یہ تفریق نہیں ہوگی بلکہ جو یہاں کفر اور ناشکری کی روش اختیار کرے گا اُس کو بھی ساز و سامانِ دنیا سے کسی قدر حصہ دوں گا۔ یہاں یہ بات نوٹ کرنے کے لائق ہے کہ دنیا کا مال چاہے جتنا بھی زیادہ ہو' حقیقت کے اعتبار سے قلیل اور بے وقعت ہے۔ زندگی گزارنے کا سامان تو رب العالمین کی طرف سے یہاں ہر نیک و بد کو دیا جائے گا البتہ کافروں کو آخرت کی زندگی میں اُن کی انتہائی ناچاہت کے باوجود گھسیٹ کر آگ کے عذاب میں ڈال دیا جائے گا اور وہ آگ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی اس دعا کا ذکر ہے جو بیت اللہ کی دیواروں کی تعمیر کے وقت ان کے لبوں پر تھی کہ: اے ہمارے پروردگار! ہماری اس خدمت کو شرفِ قبول عطا فرما' یقیناً تو سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔ کتنا بھی اچھے سے اچھا کام ہو' اس کا منتہائے مقصود یہی ہے کہ وہ بارگاہِ ربّ العزت میں قبولیت سے ہمکنار ہو جائے۔ دعا کے اس انداز میں آنے والوں کے لئے اسوہ ہے کہ کبھی اپنے خلوص و اخلاص پر بھروسہ نہ کریں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنے اچھے اعمال کی قبولیت کی التجا کرتے رہیں۔ ہماری محنت اور جدوجہد کے پیچھے جو نیت کارفرما ہے اُسے وہ خوب جانتا ہے اور جو الفاظ ہم زبان سے ادا کر رہے ہیں انہیں بھی وہ پوری طرح سن رہا ہے۔

☆ ☆ ☆

فرمانِ نبویؐ — چوہدری رحمت اللہ بٹر

گھٹیا چیز کا عمدہ چیز سے تبادلہ کرنا

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ بِلَالٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرٍ بَرْنِیٍّ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : مِنْ اَیْنَ هٰذَا؟ قَالَ: کَانَ عِنْدَنَا تَمْرٌ رَدِیٌّ فَبِعْتُ مِنْهُ صَاعَیْنِ بِصَاعٍ فَقَالَ : اَوَّهْ اَوَّهْ عَیْنُ الرِّبَا لَا تَفْعَلْ وَلٰکِنْ اِذَا اَرَدْتَ اَنْ تَشْتَرِیَ فَبِعِ التَّمْرَ بِبَیْعٍ آخَرَ ثُمَّ اشْتَرِہٖ)) (رواہ البخاری)

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت بلالؓ نبی اکرم ﷺ کے پاس بہت اچھی قسم کی کھجوریں لائے۔ حضور ﷺ نے پوچھا یہ کہاں سے آئیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہمارے پاس گھٹیا قسم کی کھجوریں تھیں۔ میں نے وہ دو صاع دے کر یہ برنی کھجور ایک صاع خرید لی۔ آپؐ نے فرمایا: اوہو' یہ تو عین ربا ہے۔ آئندہ ایسا کبھی نہ کرو۔ جب تم (کھجوروں سے) کھجوریں خریدنی چاہو تو پہلے اپنی کھجوریں بیچ ڈالو اور پھر ان کی قیمت سے دوسری کھجوریں خرید لو۔''

اس سے معلوم ہوا کہ کوئی بھی جنس یا دھات اسی قسم کی جنس یا دھات کے بدلے کمی بیشی سے نہیں بدلی جاسکتی۔ جو چیز بھی بدلی جائے' وہ ہم وزن ہونی چاہئے۔ مثلاً کسی زیور کے بدلے ہم وزن سونا لینا دینا درست ہوگا' اس میں کمی بیشی جائز نہیں۔ جائز یہ ہے کہ اپنی جنس یا دھات کو بیچا جائے اور پھر اس رقم سے مطلوبہ جنس اور دھات خریدی جائے۔ یہاں کسی ایک جنس/دھات کے بدلے کوئی دوسری جنس/دھات کمی بیشی کے ساتھ خریدنے اور بیچنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن وہی جنس/دھات کمی بیشی کے ساتھ بدلنی جائز نہیں ہے۔

یہ کاروبار بعض صورتوں میں عموماً دیہات میں رواج پذیر ہے جس میں لاعلمی کا بھی دخل ہے اور بعض لوگ کاروبار کے طور پر بھی ایسا سودا کرتے ہیں۔ سود کے معاملے میں رسول اللہ ﷺ نے کتنے اہتمام کے ساتھ تمام دروازے بند کر دیئے ہیں تاکہ کسی بھی شخص پر ظلم کی کوئی راہ کھلی نہ رہے۔ لیکن آج معاشرے میں حرام حلال کی تمیز کہاں ہے' صرف آسائشیں حاصل کرنے اور اپنے معیاراتِ زندگی کو اونچا کرنے کا جذبہ بدرجہ اتم جاری و ساری ہے۔

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حافظ عاکف سعید

دینی جماعتوں اور علماء کرام کے کرنے کا اصل کام!

گزشتہ دو شماروں سے ادارتی صفحات میں جاری گفتگو اس نکتے تک پہنچی تھی کہ پچھلے ۵۵ سالوں کے دوران اسلامی جمہوریہ پاکستان میں دینی جماعتیں اور علماء کرام بحیثیت مجموعی اپنا اصل رول ادا کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ ملک میں اسلامی نظام کے قیام کے لئے سرگرم عمل دینی سیاسی جماعتوں نے جس مفروضے پر اپنے منہج عمل کی بنیاد رکھی' وہ مفروضہ ہی سرے سے غلط تھا۔ لہٰذا انجام معلوم! ان کے نزدیک ملک میں زوال' بگاڑ اور فساد کا واحد سبب وہ ایک نہایت محدود طبقہ ہے جو اقتدار کی میوزیکل چیئر گیم کے تحت وقفے وقفے سے اور باری باری اقتدار کے تختِ طاؤس پر براجمان ہوتا ہے' باقی جہاں تک عوام الناس اور ملکی آبادی کی ایک عظیم اکثریت کا تعلق ہے وہ سچے پکے مومن افراد پر مشتمل ہے جو صدقِ دل سے اس بات کے آرزومند ہیں کہ اس ملک میں نظامِ اسلام اپنی اصل اور خالص صورت میں رائج و قائم ہونا چاہئے۔ ہمارے تجزیئے کی رو سے ہمارا حکمران طبقہ اور ہائر بیوروکریسی اسلام و ایمان کی حقیقی روح سے جتنی دور اور مزاجاً جس درجے سیکولر واقع ہوئی ہے' کم و بیش اتنا ہی سنگین معاملہ عوام الناس کا بھی ہے۔ جھوٹ' بددیانتی' کرپشن' فریب کاری و دھوکہ دہی کا زہر ملک کے صرف ایک مخصوص طبقے میں نہیں' پورے جسدِ ملی میں سرایت کئے ہوئے ہے' الا ماشاء اللہ۔ ایمان کے ایسے دعویدار اور قرآن کے وہ قاری جنہیں ''قرآنِ مجسم'' اور اسلامی تعلیمات کا عملی پیکر قرار دیا جا سکے' ناپید ہیں۔ دینی سیاسی جماعتوں کی یہ مجبوری ہے کہ وہ عوام الناس کی خامیوں' غلطیوں اور کجروی کی نشاندہی کرنے اور انہیں اصلاحِ عمل کی تلقین کرنے کا رسک نہیں لے سکتیں کہ اس طرح ان کا ووٹ بینک شدید طور پر مجروح ہو سکتا ہے' لہٰذا عافیت کی راہ یہی ہے کہ حکمرانوں کو خرابی کی جڑ اور فساد کا سرچشمہ قرار دے کر سارا غم و غصہ ان پر نکالا جائے اور خوابِ غفلت میں مدہوش عوام کی غلطیوں اور جرائم (جن میں سب سے بڑا جرم دین سے بے وفائی ہے) سے غضِ بصر کرتے ہوئے پاک دامنی کا سرٹیفکیٹ ان کے ہاتھ میں تھما کر انہیں ''سیاہ کار'' حکمرانوں کے خلاف مشتعل کرنے کے لئے زبان و بیان کی تمام قوتوں کو استعمال کیا جائے تاکہ مسندِ اقتدار ان کے لئے خالی ہو سکے! ___ حکمرانوں کی ٹانگ گھسیٹنے کے لئے دینی جماعتوں نے سیکولر جماعتوں کے ساتھ اشتراکِ عمل میں بھی عار محسوس نہ کیا۔ ملک کی تاریخ میں کئی مواقع پر انہیں حکومت گرانے میں کامیابی بھی حاصل ہوئی لیکن لیلائے اقتدار سے ہمکنار ہونے کی نوبت آج تک نہ آ سکی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دینی جماعتوں کا یہ نقطہ نظر ''اعمالکم عمالکم'' میں مضمر حکمتِ نبویؐ کے یکسر خلاف اور ان کا یہ طرزِ عمل ''الدین النصیحة'' میں پوشیدہ تلقینِ نبویؐ سے یکسر متصادم ہے۔

دیکھئے' قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ کی رو سے علماء و صوفیاء کرام کا اصل کام ''نہی عن المنکر'' ہے۔ سابقہ امتِ مسلمہ یعنی یہود کے زوال و انحطاط اور انہیں مغضوب علیہم قرار دیئے جانے کا ایک اہم سبب قرآن نے یہ معین کیا ہے کہ انہوں نے اپنے رول کو ادا نہیں کیا تھا۔ کانوا لا یتناھون عن منکر فعلوہ (المائدہ:۷۹) کہ قوم جن منکرات اور معاصی کا ارتکاب کرتی تھی' وہ لوگ (علماء کرام) انہیں ان منکرات سے منع نہیں کرتے تھے۔ یہی مضمون متعدد احادیث میں بھی وارد ہوا ہے۔ اسی بات کو زیادہ شدت کے ساتھ علماء و صوفیاء کے جرمِ عظیم کے طور پر سورۃ المائدہ کی آیت ۶۳ میں بیان کیا گیا: ''لولا ینھھم الربانیون والاحبار عن قولھم الاثم واکلھم السحت'' کہ (یہود کے) علماء و صوفیاء انہیں گناہ اور جھوٹ کی بات کہنے اور حرام کھانے (سود خوری) سے کیوں منع نہیں کرتے رہے؟؟؟ ___ گویا علماء و صوفیاء کے کرنے کا اصل اور اہم ترین کام ''نہی عن المنکر'' ہے اور اس سے پہلوتہی ناقابلِ تلافی جرم ہے۔

قرآن حکیم سے یہ رہنمائی بھی ملتی ہے کہ امت میں ایک گروہ تو ایسا ضرور ہونا چاہئے کہ جو دعوت الی الخیر' امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتا رہے (سورۂ آل عمران: آیت ۱۰۴)۔ یوں تو ایک مقام پر امت کی تاسیس و تشکیل کا اصل مقصد اسی فریضہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو قرار دیا گیا' لیکن اوپر درج کردہ آیت میں واضح رہنمائی موجود ہے کہ اگر کوئی اسلامی حکومت اپنی اس ذمہ داری کو صحیح طور پر ادا نہ کرے تو پھر کوئی ایک طبقہ یا ایک گروہ لازماً ایسا ہونا چاہئے جو اس ذمہ داری کی ادائیگی کے لئے سرگرم عمل ہو جائے۔ ایک حدیث مبارکہ میں بڑی شدید وعید آئی ہے کہ اگر ایسا نہ ہوا تو پورا معاشرہ تباہ و برباد ہو کر رہ جائے گا۔ معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے ملک میں دینی طبقات اور دینی جماعتوں کا اصل کام فریضہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ادائیگی ہے۔ دینی جماعتوں کو ایک مضبوط پریشر گروپ کے طور پر کام کرنا ہوگا اور منکرات کے خلاف آہنی چٹان بن جانا ہوگا ___ کیا ہماری دینی جماعتوں نے قرآن کے معین کردہ اس رول کو ادا کرنے کی جانب خاطر خواہ توجہ کی؟ ہماری دینی سیاسی جماعتوں نے جب بھی کوئی ملک گیر تحریک چلائی' جمہوریت کی بحالی کے لئے چلائی یا کسی آمر کی ٹانگ گھسیٹنے کے لئے چلائی۔ کیا دینی طبقات کو آج تک یہ توفیق ہوئی کہ منکرات کے خلاف پوری قوت کے ساتھ میدان میں آتے اور منکرات و فواحش کے سیلاب کا رخ موڑنے کی کوشش کرتے؟

واضح رہے کہ علماء کرام اور دینی طبقات کے لئے قرآن حکیم کا یہ معین کردہ رول اصلاً ان حالات کے لئے ہے جب ملک میں دین و شریعت اور اس کے قوانین کا نفاذ ایک قابلِ ذکر حد تک موجود ہو لیکن حکمران طبقہ اپنی دینی ذمہ داری ادا نہ کر رہا ہو۔ لیکن اگر سرے سے دین و شریعت کا نفاذ ہی کسی ملک میں نہ ہو' تو وہاں تمام مسلمانوں کی اور بالخصوص دینی طبقات کی اہم ترین اور اولین ذمہ داری نفاذِ شریعت کی جدوجہد ہے۔ اس موضوع پر کسی قدر تفصیلی گفتگو ان شاء اللہ آئندہ ہوگی!

خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

جلد 11 شمارہ 16

25 اپریل تا یکم مئی 2002ء

(11 تا 17 صفر المظفر 1423ھ)

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر: حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: فرقان دانش خراسانی

معاونین: مرزا ایوب بیگ' سردار اعوان
محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: اسعد احمد مختار' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن' لاہور
فون: 03-5869501 فیکس: 5834000
E-Mail:anjuman@tanzeem.org
Website:www.tanzeem.org

قیمت: 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون

اندرونِ ملک......250 روپے

بیرونِ پاکستان

☆ یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ
............1500 روپے

☆ امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ
............2200 روپے

مشرق وسطیٰ کا آتش فشاں

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ۱۹ اپریل کے خطاب جمعہ کی تلخیص

یہ عجیب اتفاق ہے کہ عرب اسرائیل تنازعہ بھی تقریباً اتنا ہی پرانا ہے جتنا کہ کشمیر کا تنازعہ ہے۔ اس مسئلے پر ہمارے اور بھارت کے درمیان اب تک تین جنگیں ہو چکی ہیں اور وہاں بھی تین ہی جنگیں ہوئی ہیں۔ حالیہ انتفاضہ کی تحریک تقریباً ڈیڑھ سال پہلے شروع ہوئی تھی۔ اس معاملے میں اسرائیلی وزیراعظم شیرون کی طرف سے خونخواری اور بربریت کا جو بدترین مظاہرہ ہو رہا ہے اس سے مشرقِ وسطیٰ کی صورتِ حال واقعتاً ایک ایسے آتش فشاں سے مشابہہ نظر آتی ہے جو کسی بھی وقت پھٹ سکتا ہے۔

اس سے قبل تقریباً دس سال امن مذاکرات کا ایک طویل سلسلہ گزرا ہے۔ یہ مذاکرات خلیج کی جنگ کے فوراً بعد شروع ہوئے تھے۔ ان مذاکرات کا آغاز ہسپانیہ کے صدر مقام میڈرڈ سے ہوا تھا' جہاں سے یہ اوسلو منتقل ہوئے' پھر یہ مذاکرات کئی بار واشنگٹن میں ہوئے' پھر کیمپ ڈیوڈ میں ہوئے۔ بہرحال ان مذاکرات کا یہ سلسلہ ابھی چل رہا تھا اور ایک حد تک اس بات پر مفاہمت ہو گئی تھی کہ اسرائیل وہ علاقے خالی کر دے جو اس نے ۱۹۶۷ء کی جنگ میں چھینے تھے تاکہ ایک آزاد فلسطینی ریاست وجود میں آ جائے' جبکہ یروشلم کا معاملہ بعد میں طے کریں گے۔ اسی طرح ان ۳۵ لاکھ فلسطینی مہاجرین کے بارے میں جو اسرائیل سے نکالے گئے تھے' فلسطینیوں کا مطالبہ بھی کہ انہیں واپس اسرائیل میں آ کر آباد ہونے کی اجازت ہونی چاہئے' ابھی تصفیہ طلب تھا۔ لیکن جب یہ مذاکرات اپنی انتہا کو پہنچے ہوئے تھے اور یروشلم کا مسئلہ زیر بحث تھا تو شیرون نے جو اس وقت وزیراعظم نہیں تھا (اس وقت ایہود بارک وزیراعظم تھا)' Temple Mount کا دورہ کیا۔ یہ مقام یعنی قبۃ الصخرہ مسلمانوں کے لئے انتہائی مقدس ہے کیونکہ حضور ﷺ اسی مقام سے معراج پر تشریف لے گئے تھے۔ دوسری طرف یہودی کہتے ہیں کہ اس چٹان پر ہمارا ہیکل سلیمانی تھا جسے وہ دوبارہ تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ اسے تعمیر کرنے کے لئے ان کا منصوبہ یہ ہے کہ مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرہ گرایا جائے۔ بہرحال جب شیرون یہاں آیا تو اس نے اعلان کیا کہ ہم جلد ہی یہاں اپنے تیسرے ہیکل کی بنیادیں رکھ دیں گے' جس کے لئے بڑے بڑے پتھر اور چٹانیں تیار کر لی گئی ہیں۔ اس پر مسلمانوں میں ردعمل ہوا۔ نوجوانوں نے پتھراؤ کیا تو یہ انتفاضہ شروع ہو گیا جو گزشتہ ڈیڑھ سال سے جاری ہے۔ یہ معاملہ بڑھتے بڑھتے آج جنین کے کیمپ کے قتل عام تک آن پہنچا ہے۔ یہ ظلم پوری دنیا کی نگاہوں کے سامنے بڑی ڈھٹائی سے ہو رہا ہے۔

بہرحال شیرون کی اس شرارت اور دھاندلی کا نتیجہ یہ نکلا کہ دس سال سے چلنے والے امن مذاکرات میں ہونے والی پیش رفت زیرو ہو گئی۔ چنانچہ اب مشرق وسطیٰ کے جو حالات سامنے آ رہے ہیں وہ بہت خوفناک ہیں۔ عالمی میڈیا نے ان حالات کو ''The Nightmare Scenario'' (انتہائی ہیبت ناک منظر) کا عنوان دیا ہے۔

اس پوری صورتِ حال کے پس منظر کے ضمن میں تین باتیں نوٹ کر لیں۔ پہلی بات یہ کہ یہود سابقہ امت مسلمہ تھے جبکہ موجودہ مسلمان امت' امت محمدیؐ ہے۔ حضور ﷺ کی بعثت کے بعد یہود اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے اس منصب سے معزول کر دیئے گئے اور معزولی کی علامت کے طور پر ہجرت مدینہ کے سوا سال بعد اہل توحید کا قبلہ بدل دیا گیا۔ دوسری بات یہ نوٹ کیجئے کہ ان دونوں امتوں کے بارے میں قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے پہلے ہی سے بتا دیا تھا کہ ان دونوں پر عروج اور زوال کے دو دو ادوار آئیں گے۔ یہود کا آخری دورِ زوال سن ۷۰ء سے لے کر ۱۹۱۷ء تک جاری رہا۔ ۷۰ء میں رومیوں نے ان کا Second Temple گرایا۔ اس وقت لاکھوں یہودی قتل کئے گئے اور باقی یہودیوں کو یروشلم سے نکال دیا گیا جو یورپ' ایشیا' امریکہ سمیت دنیا کے مختلف حصوں میں منتشر ہو گئے۔ اس دور کو وہ ''ڈایا سپورا'' کہتے ہیں۔ ۱۹۱۷ء میں بالفور ڈیکلریشن کے ذریعے انہوں نے برطانیہ سے اپنا یہ حق منوا لیا کہ اب ہم فلسطین میں آباد ہو سکتے ہیں۔ گویا تقریباً ۱۹۰۰ برس بعد وہ دوبارہ ارضِ فلسطین میں آباد ہوئے۔ لیکن اس عرصہ سے پہلے ان پر زوال کا ایک اور عروج کے دو ادوار آ چکے تھے۔ دوسرا زوال دو ہزار برس طویل تھا۔

امت محمد ﷺ پر بھی دو عروج آ چکے ہیں۔ پہلا عروج عربوں کے ہاتھوں اور دوسرا ترکوں کی زیر قیادت تھا۔ ہمارا دوسرا زوال سقوط غرناطہ سے شروع ہوا جب ہسپانیہ میں اسلامی حکومت ختم ہوئی۔ اس کے بعد ہمارا زوال اپنے کلائمیکس پر اس وقت پہنچا جب پہلی جنگِ عظیم کے بعد سلطنت عثمانیہ ختم ہوئی۔ اس پس منظر میں نوٹ کیجئے کہ یہودیوں نے بڑی طویل جدوجہد کے ذریعے رفتہ رفتہ عیسائیوں پر اپنا تسلط قائم کیا جس کی تعبیر علامہ اقبال نے یوں کی کہ ع ''فرنگ کی رگِ جاں پنجۂ یہود میں ہے''۔ خاص طور پر پروٹسٹنٹ عیسائی مذہب تو یہودیوں ہی کی ایجاد تھا۔ ان پروٹسٹنٹس کے ذریعے انہوں نے یورپ میں اقتدار حاصل کیا اور یوں اس خطے کو اپنے قابو میں لے آئے۔ اس وقت پروٹسٹنٹ عیسائی دنیا کی قیادت امریکہ اور برطانیہ کے ہاتھ میں ہے۔ امریکہ سے پہلے برطانیہ ان کا نمائندہ تھا کہ جس کے ذریعے یہود نے فلسطین میں آباد ہونے کا حق حاصل کر لیا۔ اس کے بعد پروٹسٹنٹس کا پشت پناہ امریکہ بنا۔ لہٰذا اب اگر یہ کہا جائے کہ دنیا میں اسرائیل ایک نہیں' تین ہیں تو غلط نہ ہو گا۔ ایک اسرائیل جو مڈل ایسٹ میں ہے' دوسرا اسرائیل برطانیہ ہے اور تیسرا اسرائیل امریکہ ہے۔ یہ بات پروٹسٹنٹ عیسائیوں کے ایک رسالے "Trumpet" نے' جو فلاڈلفیا سے نکلتا ہے' لکھی ہے کہ اصل اسرائیل تو امریکہ اور برطانیہ ہیں' مڈل ایسٹ میں موجود اسرائیل کی حیثیت تو ایک جز کی ہے۔

اب آیئے موجودہ صورت حال کی طرف! موجودہ منظر یہ ہے کہ مشرق وسطیٰ میں دراصل دو بہت بڑے بڑے آئس برگ ٹکرانے والے ہیں۔ "Tip of the Iceberg" محاورے کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ دراصل سمندر کی سطح کے نیچے آئس برگ بہت بڑی شے ہوتی ہے' لیکن اوپر اس کا صرف چھوٹا سا سرا (Tip) نظر آتا ہے۔ اسی لئے جہاز دھوکا کھا کر اس سے ٹکرا جاتے ہیں اور پاش پاش ہو جاتے ہیں۔ یہ دو آئس برگ جن میں سے ایک کی Tip وہ یہودی ہیں جو ۳۵ لاکھ کے قریب اسرائیل میں آباد ہیں' جبکہ دوسرے آئس برگ کی Tip فلسطینی

مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ وہ بھی تقریباً ۳۰ سے ۳۵ لاکھ ہیں۔ لیکن یہ کہ ان Tips کے نیچے کیا ہے؟ اسرائیل کے نیچے پوری دنیا کے ایک کروڑ یہودی اور ان کی پشت پر عیسائی دنیا کا بہت بڑا حصہ ہے۔ یہود کے اصل آلہ کار تو برطانیہ اور امریکہ ہیں لیکن ایک درجے میں کیتھولک دنیا بھی ان کی پشت پناہ ہے۔ یہ سب ملا کر تقریباً پونے دو ارب بنتے ہیں۔ فلسطینیوں کے پیچھے ۳۰ کروڑ عرب عوام اور بقیہ عالمِ اسلام موجود ہے۔ یہ کل ڈیڑھ ارب ہیں۔ ذرا تصور کیجئے کہ اگر Dome of the Rock کو گرا دیا جائے تو پوری دنیا میں جو طوفان اٹھے گا اور ردعمل کے طور پر ان دونوں کے ٹکرانے سے جو خوفناک منظر سامنے آئے گا‘ اس کی ہولناکی محتاجِ بیان نہیں۔

مشرق وسطیٰ میں اگر یہ بھٹی دہکی تو ابتدا میں مسلمانوں بالخصوص عربوں کا شدید نقصان ہوگا۔ اصل میں یہ اللہ کا عذاب ہوگا جو ایک ملعون اور مغضوب علیہم قوم کے ہاتھوں ان پر آئے گا۔ دوسرے مسلمانوں کے مقابلے میں عربوں کا جرم اس اعتبار سے زیادہ بڑا ہے کہ انہوں نے اس فضیلت کے باوجود کہ نبی اکرم ﷺ انہی میں سے تھے اور انہی کی زبان میں اللہ کا کلام نازل ہوا‘ نوآبادیاتی نظام سے آزادی حاصل کرنے کے بعد دین سے بے وفائی کا معاملہ کیا اور اللہ کی بجائے کسی نے ماسکو کو اپنا قبلہ بنالیا اور کسی نے واشنگٹن کی طرف رخ کرلیا۔

اس وقت جو صورتِ حال ہے اور یہ جو تصادم ہونے والا ہے‘ آیئے ذرا اس کا تجزیہ کر کے دیکھیں۔ قرآن مجید میں یہود کے بارے میں ایک جگہ آیا ہے ﴿لَیْسُوْا سَوَآءً﴾ کہ وہ سب کے سب ایک جیسے نہیں ہیں۔ یعنی یہودیوں میں اور مسلمانوں میں آج بھی دو قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ مسلمانوں میں ایک نقطہ نظر جو ابتدا میں سب مسلمانوں کا تھا‘ اور اصولی اعتبار سے بالکل درست موقف تھا‘ یہ ہے کہ اسرائیل کا قیام غلط اور بہت بڑا ظلم ہے‘ اسرائیل کو یہ حق حاصل نہیں تھا کہ یہاں پر یہودیوں کو لا کر آباد کیا جاتا۔ یہ انگریزوں اور امریکیوں کی بہت گہری سازش اور ظلم ہے۔ جیسا کہ علامہ اقبال نے کہا تھا کہ ؎

ہے خاکِ فلسطیں پہ یہودی کا اگر حق
ہسپانیہ پر حق نہیں کیوں اہلِ عرب کا

دو ہزار برس پہلے کے نکلے ہوئے یہودیوں کو اگر آج یہاں دوبارہ لا کر آباد کرنا عدل کا تقاضا ہے تو پھر عربوں کو بھی ہسپانیہ میں آباد کیا جانا چاہئے کہ وہ تو صرف پانچ سو برس پہلے وہاں سے نکالے گئے تھے۔ اسی طرح میں یہ کہتا ہوں کہ پھر پورے ہندوستان پر بھی مسلمانوں کا حق ہے۔ ۱۸ ویں صدی عیسوی کے آغاز میں اورنگ زیب عالمگیرؒ کے دورِ حکومت تک پورا ہندوستان مسلمانوں ہی کے زیرِ نگین تھا۔ لہٰذا اگر یہودی دوبارہ ارضِ فلسطین پر آباد کئے جاسکتے ہیں تو مسلمانوں کو سارا ہندوستان دوبارہ ملنا چاہئے۔ بہرحال ایک نقطہ نظر یہ ہے کہ جس چیز کی بنیاد دھونس‘ دھاندلی‘ ظلم اور ناانصافی پر ہو اس کو باقی رہنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ یہ انتہائی لیکن اصولی نقطہ نظر ابتداء میں عربوں کا رہا ہے۔ عجم میں بھی صرف دو ملکوں ترکی اور ایران نے اسرائیل کو تسلیم کیا تھا۔ لیکن پھر رفتہ رفتہ مسلمانوں اور عربوں کے اس موقف میں کمزوری پیدا ہوئی۔ ؎

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے
ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

دنیا کا اصول تو یہی ہے۔ بہرحال عربوں نے جب دیکھا کہ ہم اسرائیل کے مقابلے میں کچھ نہیں کر سکتے‘ امریکہ اس کا پشت پناہ ہے تو انہوں نے ایک ایک کر کے صلح کرنی شروع کی۔ پہلے سادات نے صلح کی۔ اس کے بعد شرق اردن نے صلح کرلی۔ اب شاہ عبدالعزیز کے بیٹے شاہ عبداللہ‘ ولی عہد سعودی عرب نے یہ کہا ہے کہ اگر اسرائیل اپنی ۱۹۶۷ء سے قبل کی حدود میں واپس چلا جائے اور سارے علاقے خالی کر دے اور وہاں فلسطینی ریاست قائم ہو جائے تو تمام عرب ممالک اسے تسلیم کرلیں گے۔ اس پر تمام عرب ممالک متفق ہو گئے ہیں۔ دنیا میں صرف ایک ملک پاکستان ہے جس نے ابھی تک اس مفاہمتی فارمولے کو تسلیم نہیں کیا۔ لیکن اگر سارے عرب ممالک ایسا کرلیں گے تو پاکستان اکیلا کیسے کھڑا رہ جائے گا! اصل غور طلب بات یہ ہے کہ ہم میں یہ کمزوری کیوں آئی۔ وجہ وہی ہے کہ ہم نے اللہ اور اس کے دین سے غداری اور بے وفائی کی۔ اللہ سے ہم نے اپنا رخ موڑ لیا تو جان لیجئے کہ اللہ تعالیٰ بہت غیور ہے۔ اگر تم اس کی طرف چل کر آؤ گے تو وہ دوڑ کر آئے گا۔ تم بالشت بھر آؤ گے تو وہ ہاتھ بھر آئے گا۔ لیکن اگر تم لوگ منہ موڑ لو گے تو وہ بھی اپنا رخ تم سے پھیر لے گا۔ بہرحال یہ دو موقف موجودہ صورتِ حال میں مسلمانوں کے اندر پائے جاتے ہیں۔

اسی طریقے سے یہودیوں میں بھی دو طبقات ہیں۔ ایک طبقہ مذہبی یہودیوں کا ہے‘ دوسرا سیکولر یہودیوں کا۔ یہودیوں میں جو انتہا پسند یعنی مذہبی یہودی ہے‘ وہ ہر حال میں گریٹر اسرائیل بنانا چاہتا ہے‘ جس میں مصر کا بہت بڑا علاقہ‘ پورا صحرائے سینا‘ پورا لبنان‘ پورا اردن‘ سعودی عرب کا شمالی حصہ‘ مکمل عراق اور شام اور ترکی کے کچھ جنوبی حصے شامل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ طبقہ ہمیشہ سے امن مذاکرات کا مخالف رہا ہے۔ جب ان مذاکرات کا سلسلہ چلا اور اسحاق رابن دستخط کر کے آیا تو اسے ایک یہودی نے قتل کر دیا کہ تم کون ہوتے ہو ہمارے علاقے واپس کرنے والے‘ ہمیں عربوں سے ابھی اور علاقے لینے ہیں اور گریٹر اسرائیل بنانا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یروشلم کے معاملے میں ہم کسی کی کوئی شراکت قبول نہیں کر سکتے۔ یہ گریٹر اسرائیل کا دار الخلافہ ہوگا۔ نیز ہمیں ہر قیمت پر ہیکل سلیمانی بنانا ہے۔ اور یہ کہ ہم اسرائیل میں کسی عرب کو نہیں رہنے دیں گے خواہ انہیں ختم کرنا پڑے یا پھر انہیں شرق اردن میں دھکیل دو۔ اسرائیلی حکومت پر انتہا پسند یہودیوں کے اثر و رسوخ کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اب شیرون نے اپنی کابینہ میں ایک ایسے وزیر کو شامل کیا ہے جو مکمل داڑھی والا ہے۔ اس کا نام ایفی ایٹام ہے۔ اس نے صاف لفظوں میں کہا ہے کہ فلسطینیوں کو صحرائے سینا میں دھکیل دیا جائے اور مصر سے کہا جائے کہ وہاں ان کے لئے فلسطینی ریاست قائم کردے۔ یہ ہے ایک انتہا! لیکن وہاں بھی ایک نرم اور سیکولر نقطہ نظر ہے۔ سیکولر یہودی کہتے ہیں کہ گریٹر اسرائیل قائم کر کے جو خون خرابہ اور فساد ہوگا‘ اس سے کیا فائدہ۔ اس چھوٹے سے اسرائیل کے تحفظ کے لئے ہمیں کتنی جانیں دینی پڑ رہی ہیں‘ اگر ہم دس ہزار فلسطینی مسلمانوں کو مارتے ہیں تو سو دو سو ہمارے بھی مرتے ہیں۔ ہم تو ہیں ہی کُل ایک کروڑ جب کہ وہ ۳۰ کروڑ ہیں۔ اگر سارے مسلمان ملا لیں تو وہ ۱۵۰ کروڑ ہیں۔ لہٰذا یہ لوگ کہتے ہیں کہ کیوں نہ ہم صلح کرلیں‘ آخر ہم کزن ہیں‘ وہ بھی ابراہیمؑ کی اولاد ہیں‘ ہم بھی ابراہیمؑ کی اولاد ہیں‘ اور جیسے دنیا میں بہت سے معاشی یونٹ بن رہے ہیں‘ عرب اور اسرائیل مل کر ایک یونٹ بن جائے۔ عربوں کے پاس پیسہ‘ لیبر اور تیل بہت ہے جبکہ ہمارے پاس مہارت‘ مینجمنٹ اور ایگزیکٹو صلاحیت ہے۔ لہٰذا ہم مل کر بہت ترقی کر سکتے ہیں۔ پھر اس طرح ملائی ہم کھائیں گے‘ چھاچھ اُن کو دے دیں گے۔ یہ ان کی بائیں بازو کی جماعتوں کا نقطہ نظر ہے جن کا نمائندہ شمعون پیریز اس وقت وزیر خارجہ ہے۔ شیرون جو کچھ کر رہا ہے‘ شمعون پیریز اسے پسند نہیں کرتا۔ لیکن شیرون نے یہ انتظام کرلیا ہے کہ اگر وہ پارٹی اس کا ساتھ چھوڑ بھی جائے تو اس نے اب اپنے ساتھ Ultra nationalist parties شامل کرلی ہیں۔ انہی میں سے یہ ایک وزیر ہے جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ ایک امریکی صحافی نے اس مذہبی یہودی وزیر سے جب یہ کہا کہ یہ تم صحیح نہیں کر رہے ہو تو اس نے تنک کر جواب دیا: ”تم نے افغانستان میں کیا کیا‘ آج ہمیں سبق پڑھانے آئے ہو۔ ہم پاول سے صاف کہہ دیں گے (یہ پاول کے اسرائیل جانے سے پہلے کی بات ہے) کہ دنیا کے اندر یہ دہرا معیار ختم کرو۔ افغانستان میں کتنے شہری تمہاری وحشیانہ بمباری سے مر رہے ہیں اور اب ہمیں آ کر سبق پڑھاتے ہو“۔ دراصل اسرائیل کو پتہ ہے کہ امریکہ ہمارے شکنجے میں ہے‘ وہ ہل نہیں سکتا۔ ایک مرتبہ شمعون پیریز نے شیرون سے کہا تھا‘ دیکھو امریکہ ناراض ہو جائے گا! تو شیرون نے جواباً کہا‘ تم کیا بار بار مجھے امریکہ کا

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

اقتدار تقسیم ہو جائے تو شخصیات کے مابین تصادم لازمی ہوتا ہے

صدر مشرف بڑی سطح پر اتفاق رائے پیدا کر کے ہی ملک وملت کی کشتی کو بھنور سے نکال سکتے ہیں

پاکستان میں جس حاکم سے امریکہ راضی ہو' عوام اس سے ناراض ہوتی ہے

تجزیہ نگار کے نقطہ نظر سے ادارے کا کامل اتفاق ضروری نہیں

ابوالحسن

پاکستان میں جب کبھی فوج سول حکومت کو برطرف کر کے اقتدار پر قبضہ کرتی ہے تو یہ تاثر پھیل جاتا ہے کہ اس اقدام پر عوام نے سکھ کا سانس لیا ہے' اور یہ تاثر کوئی ایسا غلط بھی نہیں ہوتا! فوج جب سرعت کے ساتھ برق رفتاری کے انداز میں حکومتی امور نبٹانا شروع کرتی ہے تو عوام مزید گرمجوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ فوجی عدالتوں کے سامنے میلے کا سا سماں ہوتا ہے۔ لوگ سمجھنے لگتے ہیں کہ اب ان کے مسائل ہفتوں بلکہ دنوں میں حل ہو جائیں گے۔ لیکن جلد ہی امیدیں دم توڑ دیتی ہیں اور لوگ مایوسی کا شکار ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ اس کی وجوہات بڑی واضح ہیں۔ سالوں کا گند دنوں میں کیسے دھل سکتا ہے۔ پھر افسر شاہی اور نوکر شاہی فوجیوں کو بڑے ماہرانہ انداز سے چکمہ دیتی ہیں۔ فوجیوں کا انداز روکھا اور لہجہ درشت ہوتا ہے لہٰذا ان کے تحت سول ملازمین اپنی توہین محسوس کرتے ہیں۔ چنانچہ ردعمل کے طور پر وہ ایسے انداز اختیار کرتے ہیں جن کے نتیجے میں فوجی اپنے آپ کو بے بس پاتے ہیں۔ مزید یہ کہ گوشت پوست کے عام انسانوں کی طرح فوجیوں کو بھی جلد ہی محسوس ہو جاتا ہے یا پھر کروا دیا جاتا ہے کہ وہ تو احمق تھے جواب تک جنگلوں میں خاک چھانتے رہے۔ زندگی کا اصل لطف تو یہاں ہے۔ پھر وہ لوٹ مار میں سویلین کو پیچھے چھوڑ جاتے ہیں۔ فوجی حکمران کی طاقت کا سارا انحصار چونکہ فوج کی قوت میں ہوتا ہے اور عوام سے اس کا کوئی براہِ راست رابطہ نہیں ہوتا لہٰذا وہ فوج کے سرکردہ لوگوں کو ناجائز مراعات سے نوازتا ہے' تاکہ وہ اس کی پشت پر رہیں۔ اسی لئے ضیاء الحق مرحوم کہا کرتے تھے کہ میرا حلقہ انتخاب فوج ہے۔ فوجی حکمران ان سیاسی عناصر سے بھی میل جول رکھتے ہیں جنہیں عوام میں کوئی خاص مقبولیت حاصل نہیں ہوتی۔ وہ ان کے قد کھینچ کھینچ کر بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ بہرحال ان تمام مسائل سے فوجی حکمران بخیر وخوبی نمٹ لیتے ہیں اور اگر کہیں زبردستی بھی کرنی پڑے تو اس سے گریز نہیں کرتے اور نہ ہی شرمندگی محسوس کرتے ہیں۔ لیکن تمام فوجی حکمرانوں کے لئے جو مسئلہ لاینحل بن جاتا ہے وہ یہ کہ وہ آتے تو بڑے دھوم دھڑکے سے ہیں لیکن جائے رفتن نہیں پاتے۔

دراصل ہمارے عوام کا مزاج کچھ ایسا ہے کہ پہلے تو وہ تبدیلی کو بڑی خوش دلی سے قبول کر لیتے ہیں اور اس سے بڑی توقعات باندھ لیتے ہیں لیکن جب انہیں محسوس ہوتا ہے کہ ان کے مسائل تو جوں کے توں ہیں اور ملکی معاملات میں بھی کوئی بنیادی تبدیلی نہیں آئی تو ان کا ردعمل بھی شدید ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ہر فوجی حکمران یہ سمجھتا ہے کہ اس کی جان صرف اسی صورت میں بچ سکتی ہے کہ جس شخص کی حکومت اس نے ختم کی تھی وہ نہ صرف سیاست سے کنارہ کش ہو جائے بلکہ جسمانی طور پر بھی اسے ختم کر دیا جائے۔ اپنی اسی خواہش کو عملی جامہ پہنانے کے لئے وہ سابقہ سویلین حکمران کے خلاف اقدامات کرتا ہے۔ لیکن اس کا معکوس اثر ہوتا ہے اور سابق حکمران عوام میں مظلوم بن کر ابھرتا ہے۔ عوام اس کے خلاف جائز الزامات کو بھی تسلیم کرنے سے انکار کر دیتے ہیں اور حکومتی اقدامات کو انتقامی کارروائی سمجھتے ہوئے بدنیتی پر مبنی قرار دیتے ہیں۔ ہمارے عوام کا معاملہ یہ ہے کہ وہ دماغ سے نہیں بلکہ دل سے سوچتے ہیں۔ وہ بڑی جذباتی سوچ رکھتے ہیں۔ ان کے دل میں مظلوم اور مغضوب شخص کے لئے نرم گوشہ ہمیشہ موجود رہتا ہے۔ لہٰذا سابقہ حکمران سیاسی لیڈر کی مقبولیت کا گراف ایک بار پھر بلندیوں کو چھونے لگتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بھٹو مر کر بھی ضیاء الحق کی نیندیں حرام کرتا رہا اور نواز شریف کو ملک بدر کر کے بھی مشرف اس کا ووٹ بینک کم نہ کر سکا۔ چنانچہ فوجی حکمران ہر وہ قدم اٹھاتا ہے جس سے اس کے دشمن سابق سویلین حکمران کے لئے اقتدار کی طرف دوبارہ بڑھنے کے امکانات کم سے کم ہوتے جائیں جبکہ اس کی اپنی زندگی اور اقتدار دونوں محفوظ رہ جائیں۔ اس کے لئے جو جو راستے اختیار کئے جاتے ہیں' ان میں سے ریفرنڈم کا راستہ اہم ترین بھی ہے اور شاید آسان ترین بھی۔

فوجی حکمرانوں کے لئے ایک بہت بڑی مصیبت یہ بھی ہوتی ہے کہ آج کی دنیا چونکہ جمہوریت کی دنیا ہے اور اس میں فوجی حکومت کو ایک گالی سمجھا جاتا ہے' چنانچہ حکمرانوں کو جمہوری چہرہ سجانے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ یہ ریفرنڈم اس مشکل کا حل بھی سمجھا جاتا ہے۔ لیکن افسوس' صد افسوس کہ ہمارے حکمرانوں کی سوچ میں گہرائی نہیں ہے۔ انہیں چونکہ فوری مقاصد حاصل کرنے ہوتے ہیں لہٰذا ان کی سوچ ادھوری ہوتی ہے۔ وہ یہ نہیں سوچتے کہ خود کو مسلط کرنے کے لئے اگر انہوں نے ریفرنڈم جیسا غیر آئینی' غیر اخلاقی اور غیر مقبول طریقہ اختیار کر کے وقتی طور پر اپنے پاؤں جما بھی لئے' وقتی اور عارضی طور پر اپنا مسئلہ حل کر بھی لیا تو ایسے میں نظام کیسے مستحکم ہوگا! شخصیات کی خاطر اداروں کو ملیامیٹ کر دیا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے جب وہ شخص اپنی موت یا کسی اور وجہ سے منظر سے ہٹ جاتا ہے تو سارا نظام دھڑام سے زمین پر آ گرتا ہے۔ آج ہم پھر ۱۸ سال پہلے والے مقام پر کھڑے ہیں۔ فوجی حکمران ہمیں بتا رہا ہے کہ ریفرنڈم میں میرے حق میں ووٹ ڈالیں تو میں آپ کی تقدیر بدل دوں گا۔ وہ یہ سوچنے کے لئے تیار نہیں کہ ہمارا آئین پارلیمانی ہے۔ انتخابات کے بعد ایک پارلیمنٹ وجود میں آئے گی جو اپنے اندر سے ایک حکومت کو جنم دے گی جس کا سربراہ وزیراعظم ہوگا۔ اگر آپ نے سپریم کورٹ کے تفویض کردہ اختیارات کے تحت آئین میں تبدیلی کر لی اور وزیراعظم کے کچھ اختیارات صدر کو منتقل کر دیئے تو اقتدار تقسیم ہو جائے گا اور اقتدار اگر تقسیم ہو جائے تو شخصیات کے مابین تصادم لازمی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگرچہ ضیاء الحق نے ایک انتہائی بے ضرر شخص یعنی محمد خان جونیجو کو بطور وزیراعظم نامزد کیا تھا لیکن ٹھنڈے مزاج کے حامل یہ افراد بھی جلد ٹکرا گئے۔ یہ تصادم ناگزیر ہے۔ شاید اسی خدشہ کے تحت جنرل مشرف نے ایک اخبار کو انٹرویو

دیتے ہوئے کہا ہے کہ اگر میرے کسی مخالف کو وزیر اعظم بنایا گیا تو یہ بڑی بدقسمتی ہوگی۔ راقم کی رائے میں تو دوست وزیر اعظم بھی اختیارات کی کھینچا تانی میں دشمن بن جائے گا اور اس کا نقصان ملک کو پہنچے گا۔ جنرل صاحب کو سوچنا چاہئے کہ جن اصلاحات کی انہوں نے رٹ لگائی ہوئی ہے' مستقبل کے وزیر اعظم کو ان اصلاحات سے کلی نہ سہی جزوی اختلاف ہو سکتا ہے۔ یہ اختلاف ان اصلاحات کے نفاذ کے طریقہ کار میں بھی سامنے آسکتا ہے اگر ایسا ہوا تو پھر کیا ہوگا؟ کیا ایک بار پھر اسمبلیاں ٹوٹنا شروع ہو جائیں گی؟ پاکستان کی معیشت جو پہلے ہی تباہی کے کنارے پر پہنچی ہوئی ہے' بیٹھ جائے گی؟ دشمن کی کیل کانٹے سے لیس فوج اندرون خانہ بگڑے حالات سے فائدہ اٹھانے کا موقع ہرگز ضائع نہیں کرے گی۔ لہٰذا جنرل مشرف کو یہ رویہ اختیار نہیں کرنا چاہئے کہ میں من مانی کروں گا' ہرگز کسی کی پروا نہیں کروں گا کیونکہ امریکہ میرے ساتھ ہے۔ راقم کو تو اس حاکم پر ترس آتا ہے جس پر امریکہ مہربان ہو کیونکہ پاکستان میں جس سے امریکہ راضی ہو' خلق خدا اس سے ناراض ہوتی ہے اور جس سے خلق خدا ناراض ہو اس سے اللہ بھی راضی نہیں رہتا۔

ریفرنڈم کے خلاف سپریم کورٹ میں رٹ ہو چکی ہے اور ۲۲/اپریل سے روزانہ کی بنیاد پر سماعت بھی شروع ہو چکی ہے۔ توقع ہے کہ ریفرنڈم سے پہلے سپریم کورٹ کا فیصلہ صادر ہو جائے گا۔ ماضی میں سیاسی مقدمات کے حوالے سے ہماری عدلیہ کا جو رویہ رہا ہے' اس سے تو قطعی طور پر کوئی توقع نہیں کہ کوئی مبنی بر انصاف فیصلہ سامنے آسکے گا البتہ یہ پہلو قابل غور ہے کہ ماضی میں عدلیہ نے قوت کے حق میں فیصلہ دیا۔ قوت کسی وقت تو حاکم کی واضح ہوتی ہے اور کسی وقت عوامی رائے زیادہ زور آور ہوتی ہے۔ اب تک اسمبلیاں ٹوٹنے کے جتنے واقعات ہوئے' ان میں اکثر و بیشتر فیصلہ اسمبلیاں توڑنے والے کے حق میں آیا لیکن جب صدر غلام اسحاق خان نے نواز شریف کی اسمبلی توڑی تو فیصلہ نواز شریف کے حق میں آیا۔ وجہ یہ تھی کہ صدر غلام اسحاق خان غیر سیاسی آدمی تھے جبکہ اس کے مقابلے میں نواز شریف کا عوام میں اثر و رسوخ تھا۔ عوام مذکورہ کیس میں واضح طور پر نواز شریف کو سپورٹ کر رہی تھی اور اس کی خواہش تھی کہ اسمبلی بحال ہو جائے' لہٰذا عدلیہ ہوا کا رخ دیکھ کر عوامی قوت کے آگے جھک گئی۔ آج بھی عوام کی خاموش اکثریت ریفرنڈم کو دھوکہ اور فراڈ قرار دے رہی ہے' رہی سہی کسر جلسوں کے لئے ہونے والی پکڑ دھکڑ نے نکال دی ہے۔ جو لوگ ٹریفک کے نظام کے درہم برہم ہونے سے متاثر ہوئے ان کے علاوہ دوسروں نے بھی اس زبردستی کو پسند نہیں کیا۔ وردی کے اوپر پگڑی پہن کر جو عامیانہ سیاسی حرکات کی گئی ہیں اس کو بھی عوام نے ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ لہٰذا ممکن ہے کہ عدلیہ عوامی دباؤ کو حکومتی دباؤ پر ترجیح دے دے! علاوہ ازیں عدلیہ محسوس کر رہی ہے کہ حکمرانوں کے حق میں فیصلے دے دے کر وہ بہت بدنام ہو چکی ہے' لہٰذا ہو سکتا ہے اس بدنامی کا داغ دھونے کی کوشش کی جائے اور ایک غیر آئینی کام کو غیر آئینی ہی قرار دے دیا جائے۔ راقم کی رائے میں عدلیہ کے لئے اپنا امیج بہتر کرنے کا یہ آخری موقع ہے۔ اگر اس موقع سے بھی عدلیہ نے فائدہ نہ اٹھایا تو عوام شدید متنفر ہو جائے گی۔ اگر سپریم کورٹ نے غیر متوقع طور پر حکومت کے خلافِ فیصلہ سنا دیا تو جنرل مشرف اسی جگہ کھڑے ہوں گے جہاں کبھی جونیجو کی حکومت توڑنے کے بعد ضیاء الحق کھڑے تھے۔ آخر میں جنرل مشرف سے درخواست ہے کہ اگر ان کے خلاف فیصلہ صادر ہو جائے تو مشتعل ہونے کی بجائے مثبت ردعمل کا اظہار کریں۔ بڑی سطح پر اتفاق رائے پیدا کرنے کی کوشش کریں اور مل جل کر قوم کی کشتی کو بھنور سے نکالیں۔ اپوزیشن کو بھی سوچنا چاہئے کہ مشرف کا حکومت سنبھال لینا اب ایک حقیقت ہے۔ حالات کو ماضی کی طرف لوٹایا نہیں

(باقی صفحہ ۱۳ پر)

زبان خلق مختار حسین فاروقی

ریفرنڈم — ایک بلینک چیک پر دستخط کرنے کی دعوت!

آج کل ریفرنڈم کے حوالے سے اس کے حق میں اور مخالف دونوں طرح کی آراء سامنے آ رہی ہیں ۔

لیکن عقل و دانش کا تقاضا یہ ہے کہ جناب صدر ریفرنڈم سے پہلے اپنے آپ کو کسی ''عہد'' اور ''واضح اعلامیہ'' کا پابند بنائیں۔ راقم کے نزدیک اس ''عہد'' اور ''واضح اعلامیے'' کی چند ممکنہ صورتیں حسبِ ذیل ہیں:

۱) صدرِ مملکت صاحب واضح اعلان فرمائیں کہ وہ قرآن و سنت کے خلاف کوئی اقدام نہیں اٹھائیں گے اور نہ ہی کوئی ضابطہ اور آرڈر جاری کریں گے بلکہ پہلے سے جاری ایسے معاملات کو سپریم کورٹ یا اس کے شریعت اپیلیٹ بنچ کے دائرہ اختیار میں دے دیں گے۔ یا

۲) صدرِ مملکت واضح اعلان فرمائیں کہ ملک کے نظریاتی اسلام کو ہرگز تبدیل نہیں کریں گے بلکہ اقبال کے افکار کی روشنی میں عہد جدید کی ایک مثالی اسلامی ریاست بنائیں گے جس کا نقشہ منطقی طور پر علامہ اقبال کی آخری دور کی نظم ''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' میں موجود ہے کہ اسلامی نظریاتی ملک میں یہ کام نہیں ہوتے۔ اور اس کے منطقی تقاضے کے طور پر قرآن کی تعلیم کو ہر سطح پر پہلے سے کئی گنا زور و شور سے جاری کرنے اور جاری رکھنے کے لئے اقدامات کریں۔ یا

۳) ملک میں جاری اسلام کے واضح احکام کی خلاف ورزی پر کاری ضرب لگانے کا اعلان کریں اور کم از کم سود کا خاتمہ شراب پر سرکاری اداروں اور سرکاری تقریبات میں پابندی لگا دیں۔ میڈیا ہر عریانی اور فحاشی کو کسی ضابطے کا پابند بنانے کا اعلان کریں جو ہماری روایات کے مطابق ہو۔ یا

۴) جناب صدرِ مملکت صاحب کم از کم درجہ میں اپنا ذہن واضح کریں اور دستورِ پاکستان کی ممکنہ ترامیم جو ان کے پیش نظر ہیں وہ اعلان کر دیں۔

اور ان ترامیم کے ساتھ آئین کی بالادستی کا ۱۳ اکتوبر ۲۰۰۲ء سے نفاذ کا دوٹوک فیصلہ کر دیں۔

آپ درج امور میں سے کوئی ایک یا چند یا اور کوئی بہتر شکل پر صدر مملکت صاحب فیصلہ فرما کر کسی قومی فورم پر اعلان بھی کر دیں اور حلف نامہ پر دستخط کریں تا کہ عوامی سطح پر محسوس ہو کہ ہمارے صدر صاحب اپنے آپ کو کسی ضابطہ کے پابند سمجھتے ہیں اور اُن کو ریفرنڈم میں ووٹ دینا کسی بڑے Blank Cheque پر دستخط کرنے کے مترادف نہیں ہے۔

راقم کے نزدیک صدر مملکت کے اس اعلان کے لئے فورم حکومت کا اپنا ادارہ اسلامی نظریاتی کونسل کا ادارہ ہے جس کے زیر اہتمام میں یہ اعلامیہ جاری ہو اور افواج پاکستان کے سربراہ تمام صوبوں کے گورنر سپریم کورٹ کے تمام جج صاحبان اور ہائی کورٹوں کے چیف جسٹس حضرات بھی اس اعلامیہ پر بطور گواہ دستخط کریں تو یہ ریفرنڈم پاکستان کی تاریخ میں سنہری دن شمار ہو سکتا ہے۔

حکومت کی جانب سے درج ذیل اصلاحات کو ریفرنڈم کی بنیاد بنایا گیا ہے۔

مقامی حکومت کے نظام کی بقا' جمہوریت کے قیام' اصلاحات کے استحکام اور تسلسل' فرقہ واریت اور انتہا پسندی کے خاتمے اور قائداعظم کے تصور کی تکمیل جو کہ غیر واضح' غیر یقینی اور بہت ہی ناپائیدار بنیادیں ہیں۔ مثال کے طور پر ''مقامی حکومت کے نظام'' کے بارے میں خود حکومت واضح نہیں ہے۔ جمہوریت سے کیا مراد ہے؟ ہر ایک اس کی من مانی تشریح کرتا ہے۔ فرقہ واریت اور انتہا پسندی کے خاتمہ سے مراد اگر اسلامی نظام کے قیام کا راستہ روکنا ہے تو ظاہر ہے یہ ملک و قوم کے مفاد میں نہیں ہو سکتا وغیرہ وغیرہ۔

امیر تنظیم اسلامی

ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ

کی جانب سے

قومی اخبارات کو جاری کردہ

تین اشتہارات

☆

دعوتِ فکر و عمل پر مشتمل

ان سلسلہ وار اشتہارات میں

بحالاتِ موجودہ

مسلمانانِ پاکستان کی رہنمائی

کا

وافر سامان

موجود ہے

کون سا اسلامی نظام؟

آج کل جب بھی پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کی بات کی جاتی ہے تو بعض حلقوں کی جانب سے فوراً سوال کر دیا جاتا ہے: ''کیا طالبان کا اسلام؟''
اس ضمن میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اگرچہ طالبان کی حکومت یقیناً اسلامی تھی' اس لئے کہ اس میں شریعت اسلامی کو مکمل بالادستی حاصل تھی ـــــ مزید برآں طالبان حکام نے دور خلافت راشدہ کی سی سادگی کا نمونہ بھی پیش کر دیا تھا' تاہم ابھی وہاں اسلام کا مکمل سیاسی' معاشی اور معاشرتی نظام قائم نہیں ہوسکا تھا اور خاص طور پر عہد حاضر کے تقاضوں کا تو کوئی تصور بھی سامنے نہیں آسکا تھا ـــــ اگرچہ پوری امید تھی کہ اگر طالبان کو مہلت مل جاتی تو یہ جملہ تقاضے پورے ہو جاتے ـــــ بہرحال ان کا معاملہ کم از کم فی الحال خارج از بحث ہے!
واضح رہے کہ عہد حاضر کی مثالی ترقی یافتہ اسلامی ریاست ـــــ یا بالفاظ دیگر اس عالمی نظام خلافت کا نقطہ آغاز بننے کے لئے جس کی پیشین گوئی محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہے' اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت نے بطورِ خاص پاکستان کو تیار کیا ہے! ـــــ اس کے شواہد؟

☆ حضرت مجدد الف ثانیؒ سے شروع ہو کر چار صدیوں تک سلسلہ مجددین ہند میں!
☆ بیسویں صدی کی عظیم ترین شخصیتیں (علامہ اقبال' مولانا مودودی' مولانا الیاس وغیرہم) بھی ہند ہی میں! جن کے فکر و عمل کا ڈنکا پوری دنیا میں بج رہا ہے!
☆ عظیم تحریک خلافت صرف ہند میں' جس میں ہندوؤں کو بھی شریک ہونا پڑا تھا!
☆ آزادی کی جدوجہد میں اسلام کا حوالہ صرف تحریک پاکستان میں' یعنی: ''پاکستان کا مطلب کیا؟ لا اِلٰہ اِلّا اللہ!''
☆ پاکستان کا معجزانہ قیام! اور ☆ اس کا ''نزول'' شب قدر میں!!
☆ ''قراردادِ مقاصد'' کے ذریعے سیکولرزم کے عالمی ابلیسی نظام کو چیلنج
☆ ختمِ نبوت اور ناموس رسالت ﷺ کا آئینی و قانونی تحفظ!! اور
☆ نجی اور تجارتی ہر قسم کے سود کی حرمت کے عدالتی فیصلے کے ذریعے یہود کے عالمی مالیاتی امپریلزم کو چیلنج! ـــــ!

مزید برآں ان شاء اللہ اسرائیل کے زہر کا تریاق بھی پاکستان ہی بنے گا چنانچہ اسی مقصد کے لئے اسے معجزانہ طور پر ایٹمی صلاحیت عطا کی گئی ہے!!

تو کیا اتنا طویل سفر طے کرنے کے بعد اب ملت اسلامیہ پاکستان سیکولرزم کی راہ پر چل پڑے گی؟

نہیں! ان شاء اللہ العزیز' ہرگز نہیں!!

بلکہ ـــــ ع ''جانتا ہے جس پہ روشن باطنِ ایام ہے!''

کہ ـــــ پاکستان کی تقدیر اسلامی نظام ہے!!

البتہ یہ سوال واقعی اہم ہے کہ اس نظام کے خد و خال کیا ہوں گے!! تو اس کا جواب کل ملاحظہ فرمائیں ـــــ

خاکسار **اسرار احمد** امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت پاکستان

عہدِ حاضر کی مثالی اسلامی ریاست کے خدوخال!

☆ سیاست اور حکومت کی سطح پر:

اللہ کی حاکمیت کے اقرار کے ساتھ اور کتاب اللہ اور سنتِ رسولؐ کی کامل بالادستی کے تحت عہدِ حاضر کی اعلیٰ ترین جمہوری اقدار کا حامل نظام۔ جس میں نئی قانون سازی یعنی ''اجتہاد'' پارلیمنٹ کے ذریعے ہوگا' البتہ اس امر کا فیصلہ کہ کوئی اجتہاد شریعت کی حدود سے تجاوز تو نہیں کر گیا عدالتِ عظمیٰ کرے گی!

(نوٹ ○ بالغ رائے دہی کا اصول' وحدانی یا وفاقی اور صدارتی یا پارلیمانی نظام' ایک ایوان کی مقننہ یا دو ایوانوں پر مشتمل' اسی طرح مرکز اور صوبوں کے مابین اختیارات کی تقسیم ایسے جملہ معاملات مباحات کے دائرے میں داخل ہیں اور ان کے ضمن میں عوام کثرتِ رائے سے جو راستہ چاہیں منتخب کر سکتے ہیں ○ سیاسی جماعتوں کی اجازت ہوگی لیکن ان کے منشور میں کوئی غیر اسلامی شے شامل نہیں ہو سکے گی ○ انتخابات میں ووٹ تو متقی اور غیر متقی سب دیں گے البتہ امیدواروں کے اخلاق و کردار کی بھرپور سکریننگ کی جائے گی! ○ عدلیہ پوری طرح آزاد اور بااختیار ہوگی!)

☆ معاشیات کے ضمن میں:

(ا) تجارت اور صنعت کے میدان سے سود اور جوئے کے مکمل خاتمے کے بعد ذاتی ملکیت' شخصی امنگ اور کھلے مقابلے پر مبنی سرمایہ کاری اور مارکیٹ اکانومی کا پورا جدید نظام (ب) جاگیرداری اور غیر حاضر زمینداری کے خاتمے کے ذریعے زراعت کے میدان میں عدل و قسط کا قیام!

(نوٹ: پاکستان کی اراضی اگر خراجی یعنی اجتماعی ملکیت ہیں تو ایک بالکل نیا بندوبست اراضی کیا جا سکتا ہے جس کے ذریعے کاشتکاروں کو زمین دے کر ان سے خراج وصول کیا جائے گا جس سے کثیر ریونیو حاصل ہوگا اور بعض غیر فطری ٹیکسوں سے نجات مل جائے گی اور اگر عُشری یعنی ملکیتی قرار دی جائیں تو امام ابوحنیفہؒ' امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے متفقہ فتویٰ کے مطابق مزارعت کو حرام قرار دے کر صرف خود کاشت رقبہ رہنے دیا جائے گا)

(ج) زکوٰۃ کے مکمل نظام کے ذریعے غیر مسلموں سمیت ہر شہری کی بنیادی ضروریات کی فراہمی کی ضمانت! (گویا اعلیٰ ترین سطح کی سوشل سیکورٹی)

☆ معاشرت کے ضمن میں:

عریانی' بے پردگی اور مخلوط معاشرت کے خاتمے کے ساتھ مردوں کی طرح خواتین کی تعلیم و تربیت کا بھی مکمل لیکن جداگانہ بندوبست' اور ان کی افرادی قوت (ورک فورس) کا قومی اقتصادیات کے میدان میں بھرپور استعمال!

(مثلاً ○ گھریلو صنعت کا رواج ○ پرائمری تعلیم کلیتاً خواتین اساتذہ کے حوالے ○ ایسے انڈسٹریل یونٹ جن میں خواتین ہی کام کریں اور خواتین ہی سپروائز کریں اور ان کے اوقاتِ کار نسبتاً کم ہوں ○ ایسی زنانہ مارکیٹیں جن میں خواتین ہی دکاندار ہوں اور صرف خواتین اور بچے ہی خریداری کے لئے اندر جا سکیں! ○ مردانہ ہسپتالوں میں صرف مرد نرسز! ○ اسی طرح ہوائی جہازوں میں صرف مرد میزبان! ——— وقس علیٰ ذالک

فرمایئے! رکاوٹ کہاں ہے؟ اور ترقی کی گاڑی کہاں رکتی ہے؟

بیاں میں نکتۂ توحید آ تو سکتا ہے!
ترے دماغ میں بُت خانہ ہو تو کیا کہئے! (اقبال)

تاہم ابھی یہ سوال باقی ہے کہ پاکستان کے معروضی حالات میں یہ نظام کیسے قائم کیا جا سکتا ہے ——— تو اس کا جواب کل ملاحظہ کریں!

خاکسار **اسرار احمد**
امیر تنظیم اسلامی' داعی تحریک خلافت پاکستان

پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کا لائحہ عمل

پاکستان کے معروضی حالات میں اسلامی نظام کے قیام کا سہل اور جلد کامیابی کی ضمانت والا لائحہ عمل تو یہ ہے کہ:

☆ تمام دینی و مذہبی جماعتیں اقتدار کی کشاکش اور انتخابی سیاست کے لاحاصل کھیل سے کنارہ کشی اختیار کر کے ''وَلْتَكُنْ مِّنكُمْ أُمَّةٌ'' کے مصداق ایک منظم جمعیت کی شکل اختیار کر لیں' جو آیتِ مبارکہ (آل عمران: ۱۰۴) کے مطابق صرف تین کام کرے (۱) خیر کی جانب دعوت (اور سب سے بڑا خیر قرآن حکیم ہے) (۲) نیکی کا مشورہ اور حکم' اور (۳) برائیوں سے روکنا!

☆ یہ ''برائیوں سے روکنا'' ابتداءً صرف زبان و قلم کے ذریعے اور دلیل اور اپیل کی صورت میں ہوگا لیکن مناسب طاقت فراہم ہونے پر منظم اور پرامن مظاہروں' ہڑتالوں' یہاں تک کہ سول نافرمانی کا راستہ اختیار جائے گا!

مطالبات میں سرِفہرست

یہ دو امور ہونے چاہئیں:

۱) دستور پاکستان کی اسلامی دفعات کو غیر موثر بنانے والے چور دروازے بند کرنے کے لئے: (ا) دفعہ ۲۲۷ کو اسلامی نظریاتی کونسل سے علیحدہ کر کے قراردادِ مقاصد کے ساتھ دفعہ ۲۔ب کی حیثیت سے نتھی کر دیا جائے۔ (ب) فیڈرل شریعت کورٹ کے دائرہ اختیار پر عائد تمام تحدیدات کو فی الفور ختم کر دیا جائے اور اس کے ججوں کا رتبہ اور شرائط ملازمت ہائی کورٹس کے ججوں کے مساوی کیا جائے (ج) اسلامی نظریاتی کونسل کو ختم کر دیا جائے اور اس میں شامل جید علماء کرام کے ذریعے فیڈرل شریعت کورٹ کی توسیع کی جائے ——— تاکہ قوانین کو اسلامی بنانے کا عمل پرامن اور ہموار انداز میں مناسب تدریج کے ساتھ جاری ہو جائے!

۲) کم از کم اندرون ملک سود کا خاتمہ فی الفور کر دیا جائے ——— اور بینکنگ کے ضمن میں جو سکیمیں اب تک پیش ہوئی ہیں ان میں سے کسی ایک کو فوری طور پر نافذ العمل کر دیا جائے' اس میں بہتری کے لئے اقدامات بعد میں بھی جاری رہ سکتے ہیں!

اس کے بعد رفتہ رفتہ مختلف قسم کے منکرات کے خلاف اقدامات کئے جا سکتے ہیں ——— یہاں تک کہ حق پورے کا پورا آ جائے اور باطل سارے کا سارا دفع ہو جائے ——— ''جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ!''

لیکن اگر

دینی و مذہبی قیادت اپنی سابقہ روش ہی پر برقرار رہتی ہے اور انتخابی سیاست کے کھلونوں ہی سے دلوں کو بہلاتی رہتی ہے ——— تب بھی تنظیم اسلامی اپنی بے بضاعتی کے باوجود (حضرت علیؓ کے اس قول کے مطابق جو انہوں نے بنی ہاشم کی دعوت کے موقع پر کہا تھا کہ: ''اگرچہ میں عمر میں سب سے کم ہوں' اور میری ٹانگیں بھی پتلی ہیں اور میری آنکھیں بھی دکھتی ہیں لیکن میں اللہ کے رسولؐ کا ساتھ دوں گا!) مذکورہ بالا طریق پر عمل پیرا رہے گی! اللہ کے بندوں کو ''مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ'' کی پکار کے ساتھ' اور اللہ سے اس دعا کے ساتھ کہ استقامت عطا فرمائے اور نصرت سے نوازے' آمین!

خاکسار **اسرار احمد**
امیر تنظیم اسلامی' داعی تحریک خلافت پاکستان

برائے رابطہ و مزید وضاحت: 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 03-5869501
67۔ اے علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو لاہور فون: 6366638

تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ

www.tanzeem.org

ایک تعارف

انٹرنیٹ اس وقت نہ صرف ہماری روزمرہ زندگی کا جزولاینفک بن چکا ہے بلکہ کمیونیکیشن کی دنیا کا یہ دودھاری ہتھیار اس صورت میں تو یقیناً قدرت کا بیش بہا عطیہ ہے اگر اس کا استعمال جائز سمت میں ہے۔ دوسری صورت میں یہ شیطان کے لئے بھی ایک موثر ہتھیار ہے جس کے ذریعے وہ گناہوں کو ''شوگر کوٹڈ'' کر کے دکھا رہا ہے اور ایسے میں یہ کسی لعنت سے کم نہیں ہے۔ شیطان کے اس زہر کے توڑ کے لئے کئی اسلامی ویب سائٹس بھی دعوت و تبلیغ اور اسلامی معلومات کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچا رہی ہیں۔ لیکن ہم میں سے بہت کم اس طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ ان اسلامی ویب سائٹس کے پیچھے مصروف کار دماغ' ان کی ایڈیٹنگ' ترتیب' ڈیزائننگ اور سب سے بڑھ کر ہمارے تمام اعتراضات اور شکایات پر انتہائی صبر وضبط کا مظاہرہ کرنے والے چونکہ یہ کام فی سبیل اللہ سرانجام دے رہے ہیں لہٰذا وہ ''سائبر مجاہد'' کہلانے کے حقدار ہیں۔ ایسے ہی کچھ مجاہد مرکزی انجمن کے شعبہ سمع و بصر میں امیر محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے صاحبزادے جناب آصف حمید کی سربراہی میں انٹرنیٹ کے ذریعے امیر محترم کے دروس و خطبات کو تمام دنیا میں پہنچا رہے ہیں اور اپنی پیشہ وارانہ مہارت کے باعث دوسری دینی جماعتوں اور تحریکوں کی کئی ویب سائٹس پر بلاشک وشبہ سبقت لے گئے ہیں۔ یہاں ہمارا مقصد کسی ویب سائٹ کی تذلیل نہیں بلکہ اس حقیقت کا اعتراف کرنا ہے کہ خوبصورتی کے ساتھ لیڈ آؤٹ تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ ایک انتہائی منظم اور بہترین ویب سائٹ ہے جو بلاخوف وخطر ملت و رہبران ملت کو اصلاح احوال کی طرف متوجہ کرنے کا فریضہ ادا کر رہی ہے۔ یقیناً دورِ حاضر میں یہ ملک وملت کی سب سے بڑی خدمت ہے۔ یہ ویب سائٹ دیگر سائٹس کے مقابلے میں کسی بھی قسم کی غیر اسلامی تصاویر پر مشتمل بینرز سے قطعاً پاک ہے۔ اسی طرح نیوز اینڈ ویوز کے لنک کے لئے خبریں ویسٹرن میڈیا کی بجائے مسلم ذرائع سے لی جاتی ہیں۔ سوالوں کے جوابات اور ویب ماسٹر آصف حمید سے براہ راست گفتگو کے لئے chat line کی سہولت موجود ہے جبکہ کئی ویب سائٹس کا یہ حال ہے نہ صرف ای میل کے جواب نہیں آتے بلکہ ان پر گمان گزرتا ہے کہ شائد بنانے والے بھول گئے ہیں کہ انہوں نے کبھی کوئی ویب سائٹ بنائی بھی تھی۔ گزشتہ برس نہ صرف ویب سائٹ کو نئے سرے سے ڈیزائن کیا گیا بلکہ اس میں کئی معلوماتی اضافے بھی کئے گئے جن کے باعث ماہنامہ میثاق' ماہانہ حکمت قرآن اور ہفت روزہ ندائے خلافت' امیر محترم کے لٹریچر اور خطابات کے آڈیوز' ویڈیوز اور سی ڈیز کی مکمل فہرست کے ساتھ ساتھ خطاب جمعہ' پریس ریلیز' مطالعۂ قرآنِ حکیم کا منتخب نصاب' الھدیٰ' بیان القرآن' انگریزی اور ڈچ زبانوں میں ترجمۂ قرآن' صحیح بخاری' مسلم

رعنا ہاشم خان

اور اربعین نووی انگریزی میں اور جناب عابد اللہ جان کے مضامین کی view point کے عنوان سے باقاعدگی کے ساتھ اشاعت شامل ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ کئی اہم مقالہ جات بھی ویب سائٹ پر دستیاب ہیں۔

فروری ۲۰۰۱ء میں لاہور میں تحریک خلافت پاکستان کے زیراہتمام منعقد ہونے والی خلافت کانفرنس سے نہ صرف بذریعہ ای میل مطلع کیا گیا بلکہ ویب سائٹ پر اس کی تفصیلات بھی آویزاں کی گئیں۔ لیکن ان سب سے کہیں بڑھ کر خلافت کانفرنس میں کی گئی تقاریر ویب پر فراہم کی گئیں اور یوں جو لوگ فاصلے کے باعث شرکت سے معذور تھے ان کو بھی مستفید کیا جاتا رہا۔ اس کی آڈیو اور ویڈیو کوالٹی نہایت اچھی تھی اور شعبے کو اس سلسلے میں موصول ہونے والے بے شمار تہنیتی پیغامات میں سے کچھ ندائے خلافت میں شائع بھی کئے گئے تھے۔ بعد میں اس کانفرنس کی آٹھ گھنٹے پر محیط وی سی ڈی پر دستیاب ہیں۔ اس سلسلے میں ایک سی ڈی میں ۴۰ خطبات شامل کئے جاتے ہیں۔ پی ٹی وی ''حقیقت دین'' کے نام سے امیر محترم کے دروس پر مشتمل ایک سلسلہ شعبہ سمع و بصر کے تعاون سے سیٹلائٹ کے ذریعے کئی ممالک کو دکھاتا رہا ہے۔ اب اس پروگرام کے وی سی ڈی بھی تیار ہیں جن میں حقیقت ایمان' نفاق' جہاد اور منہج انقلاب نبویؐ جیسے اہم موضوعات پر تمام لیکچرز مع سوال و جواب MP3 Format میں شامل کئے گئے ہیں۔ امریکہ میں ۱۹۹۴ء میں امیر محترم نے مطالعۂ قرآن حکیم کا منتخب نصاب انگریزی زبان میں کیا تھا' اس کی ۸۰ گھنٹے پر مشتمل وی سی ڈی بھی تیار کر لی گئی ہے۔ حالیہ رمضان المبارک میں دورۂ ترجمۂ قرآن اس شعبے کے زیرتعاون لاہور کے مختلف علاقوں میں بذریعہ کیبل نشر کیا گیا اور یہ بھی شعبہ سمع وبصر ہی کی محنت شاقہ تھی کہ پورے رمضان المبارک کے دوران امیر محترم کا ترجمۂ قرآن ہم ہزاروں میل دور بیٹھ کر انٹرنیٹ پر سنتے رہے۔

شعبہ سمع و بصر نہ صرف کوالٹی کنٹرول کا پورا خیال رکھتا ہے بلکہ اس کا ریکارڈنگ سسٹم بھی ڈیجیٹل ہے جس کی وجہ سے ریکارڈنگ لمبے عرصے تک محفوظ رہتی ہے۔ ہر جمعہ کو امیر محترم کا خطبہ جو ہم میں سے اکثریت اپنے اپنے ملکوں میں قبل از نماز جمعہ سن لیتی ہے وہ بھی اس شعبے ہی کی کوششوں کے طفیل ہے۔ ہر ہفتے ''ندائے خلافت'' کا تازہ بتازہ شمارہ ہمیں آن لائن دستیاب ہو جاتا ہے جبکہ بذریعہ ڈاک اسے ملنے میں ہفتے سے اوپر ہو جاتا ہے۔ غرض کہ اس شعبے اور اس ویب سائٹ کی خوبیاں گنانا اور اس موضوع کو مکمل طور پر احاطۂ تحریر میں لانا چونکہ میرے ناتواں قلم کے بس کی بات نہیں تھی لہٰذا میں نے تنظیم اسلامی نارتھ امریکہ کے رفقاء اور رفیقات کی رائے اور ان کے پسندیدہ لنک دریافت کئے۔ چونکہ یہاں فرداً فرداً سب کے خیالات کا لکھنا ممکن نہیں لہٰذا مجموعی طور پر تاثرات کچھ یوں ہیں کہ خطبۂ جمعہ' بیان القرآن' الھدیٰ اور ندائے خلافت کا آن لائن ایڈیشن نہایت پسندیدہ لنکس ہیں۔ زیادہ تر لوگ ہفتے میں ۴ مرتبہ ویب سائٹ پر جاتے ہیں جو کہ کسی ویب سائٹ کی مقبولیت کا اندازہ لگانے کے لئے کافی ہے۔

معزز قارئین! میری اس تحریر کا مقصد شعبہ سمع وبصر کی تعریف و توصیف نہیں کہ میری نظر میں ''تعارف خود اپنا' ہوا بہار کی ہے'' بلکہ سب سے پہلے خود اپنے آپ کو اور پھر آپ سب کو یہ احساس دلانا ہے کہ ہم جو اپنے گھروں میں اطمینان سے اپنے کمپیوٹر کے سامنے بیٹھ کر اسے navigate کر رہے ہیں' یہ نہیں جانتے کہ اس ویب سائٹ کے پیچھے کتنی عرق ریزی کی گئی ہوتی ہے۔ یہ انجمن یا تنظیم ہی کی نہیں بلکہ بحیثیت رفقاء تنظیم اسلامی ہم سب کی ویب سائٹ ہے۔ اس کی اہمیت وافادیت سے قطعاً انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا اس کو زیادہ سے زیادہ متعارف کرانا اور اس کی قدر کرنا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ آیئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان تمام افراد کو جزائے خیر دے اور ان کی کاوشوں کو قبول فرمائے جو اس کو تن من دھن کے ساتھ ہم تک پہنچانے کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ آمین!

کیا دہشت گردی اور فریڈم فائٹنگ کے درمیان کوئی خط کھینچا جا سکتا ہے؟

فلسطینیوں کے خودکش حملے شہادت کے زمرے میں آتے ہیں یا خودکشی کے؟

خودکش حملوں میں سویلین کے مارے جانے کے حوالے سے ہمارا دین کیا کہتا ہے؟

کیا مسلمانانِ عالم دنیا میں بطور امت کوئی رول ادا کرنے کی پوزیشن میں ہیں؟

موجودہ عالمی صورت حال میں پاکستان کہاں کھڑا ہے؟

امیر تنظیم اسلامی **ڈاکٹر اسرار احمد** سے ڈاکٹر شاہد کا انٹرویو

گزشتہ ہفتے 106 ملکوں میں چلنے والے برطانوی سیٹلائٹ چینل "ARY" نے امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کا ایک LIVE انٹرویو ٹیلی کاسٹ کیا جو قارئین کی دلچسپی کے لئے ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

اے آر وائی: مشرق وسطیٰ کی صورت حال کے پس منظر میں فلسطینیوں کے خودکش حملے شہادت زمرے میں آتے ہیں یا دہشت گردی کے زمرے میں! اسلام اس بارے میں کیا کہتا ہے؟

ڈاکٹر صاحب: اصل میں میرے علم میں تو ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ مذہب کے اندر اس ضمن میں کوئی حکم منفی یا اثبات میں موجود ہو۔ لیکن صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں بھی بعض اوقات ایسے واقعات ہوئے ہیں کہ کوئی مجاہد تنہا کسی بڑے جتھے کے اندر گھس جاتا تھا اور اسے یقین ہوتا تھا کہ میری سلامتی ممکن نہیں ہے' پھر وہ چار چھ کو مار کر اور انہیں واصل جہنم کر کے خود بھی جام شہادت نوش کر لیتا تھا۔ میرے نزدیک یہ صورتِ حال اس سے کوئی زیادہ مختلف نہیں ہے۔ موجودہ حالات بھی ایسے ہیں کہ جب ایک قوم کو بالکل دیوار کے ساتھ لگا دیا جائے جیسا کہ پوری دنیا کے سامنے یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے' ایسی صورت میں ان کے پاس اپنے دفاع کے لئے' احتجاج کے لئے کوئی تو ذریعہ ہو۔ چنانچہ اس معاملے میں مصر کے بعض علماء نے جو فتویٰ دیا ہے' اگرچہ میں خود مفتی ہونے کا مدعی نہیں ہوں لیکن میں ان کے فتوے سے متفق ہوں۔ البتہ میرا اپنا خیال یہ ہے کہ ان معاملات میں عام طور پر ہمارا فریم آف ریفرنس شریعت ہے ہی نہیں۔ یہ تو دنیا کے جو بھی مرجہ طور طریقے جاری ہیں درحقیقت عام مسلمان بھی اس پر عمل کر رہے ہیں۔ البتہ یہ کیفیت میرے نزدیک وہ ہے جو فیض احمد فیض نے اپنی ایک نظم میں بیان کی ہے:

دشنامِ نالۂ ہاؤ ہُو فریاد کچھ تو ہو
چیخے ہے درد اے دلِ برباد کچھ تو ہو
مرنے چلے تو سطوتِ قاتل کا خوف کیا
اتنا تو ہو کہ باندھنے پائے نہ دست و پا
مقتل میں کچھ تو رنگ جمے جشنِ رقص کا
آلودہ خوں سے پنجۂ صیاد کچھ تو ہو
خوں پر گواہ دامنِ جلاد کچھ تو ہو
جب خون بہا طلب کریں بنیاد کچھ تو ہو

میرے نزدیک یہ بہترین تعبیر ہے اس صورتِ حال کی جو اس وقت فلسطینیوں کی طرف سے ردعمل ہو رہا ہے۔

باقی یہ کہ دینی اعتبار سے بھی میرے نزدیک ان موجودہ حالات میں اس کا جواز موجود ہے۔ اصل میں اس وقت مڈل ایسٹ کے اندر جو ہو رہا ہے اس کی طویل تاریخ ہے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کا کوئی حل ممکن نہیں ہے اور محسوس ایسا ہو رہا ہے کہ مڈل ایسٹ کے حالات بڑی تیزی کے ساتھ اس بڑی جنگ کی طرف جا رہے ہیں' جسے بائبل کی آخری کتاب ''یوحنا کے مکاشفات'' میں آرمیگاڈان کہا گیا ہے۔ اس کے علاوہ نبی اکرم ﷺ کی احادیث میں خبر دی گئی ہے کہ قیامت سے پہلے الملحمۃ الکبریٰ ایک بہت بڑی جنگ ہو گی۔ اس اعتبار سے درحقیقت مشرق وسطیٰ کی صورت حال ایک ایسے آتش فشاں سے مشابہ ہے جو کسی بھی وقت پھٹ سکتا ہے۔ بہرحال یہاں پر ایک بہت بڑی جنگ ہو گی' صرف وقت کے تعین کا معاملہ ہے جو صرف اللہ کے علم میں ہے۔ البتہ اس کے جو نتائج نکلیں گے ان میں یہ بھی ہے کہ ابتدا میں مسلمانوں کو بہت شدید نقصان اٹھانا پڑے گا لیکن بالآخر فتح ان شاء اللہ حق کی ہو گی۔

اے آر وائی: ڈاکٹر صاحب ایک اور لفظ جو آج کل بہت زیادہ زبان زدِ عام ہے وہ دہشت گردی کا لفظ ہے۔ وہ کون سی لائن ہے جو ہم دہشت گردی اور فریڈم فائٹنگ کے درمیان کھینچ سکتے ہیں؟

ڈاکٹر صاحب: کوئی لائن نہیں ہے۔ بلکہ دنیا میں ہر شخص دہشت گرد ہے۔ کون یہ نہیں چاہتا کہ اس کی ہیبت دوسروں پر نہ ہو۔ امریکہ جو اسلحہ بناتا ہے کس لئے بناتا ہے۔ پوری دنیا پر اپنا رعب اور اپنی دہشت گردی کا اثر قائم کرنے کے لئے۔ اسی طرح آج پاکستان کی پوری مشرقی سرحد پر بھارت نے جو لاکھوں فوجی لا کر کھڑے کئے ہوئے ہیں' وہ صرف دہشت پیدا کرنے کے لئے ہیں۔ باقی یہ کہ فریڈم فائٹنگ ہمیشہ دنیا میں رہی ہے' گوریلا فائٹنگ بھی ہوئی ہے' ہر طریقے سے لوگوں نے آزادی حاصل کی ہے۔ الجزائر کے لوگوں نے آزادی حاصل کی تھی' ویت نام میں امریکہ کو شکست ملی تھی' یہ بالکل نارمل چیزیں ہیں۔ خود یونائیٹڈ نیشن کی اسمبلی ناکام ہو چکی ہے کہ وہ دہشت گردی کی کوئی متفق علیہ تعریف معین کر سکے۔ یہ تو صرف ایک پروپیگنڈا کا لفظ ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

اے آر وائی: ڈاکٹر صاحب اس ضمن میں ایک بات یہ بھی کہی جاتی ہے کہ اس قسم کی کارروائیوں میں' یعنی یہ جو خودکش حملے کئے جاتے ہیں' یا جو فریڈم فائٹرز فلسطین میں کر رہے ہیں ان میں سویلین اور بے گناہ لوگ مرتے ہیں' تو

اس صورت حال میں مذہب کا کیا لائن آف ایکشن ہوگا؟

ڈاکٹر صاحب: اصل بات تو یہ ہے کہ یہ ایک جنگ (War) ہے۔ اب تو جنگ کے اندر سویلین بھی مرتے ہیں۔ وہ زمانہ گزر گیا جب صرف میدانِ جنگ میں تلواروں اور نیزوں سے جنگ ہوتی تھی اور سویلین آبادی علیحدہ رہتی تھی۔ اب تو یہ ہے کہ اگر B-52 طیاروں سے بمبارمنٹ ہوتی ہے تو کیا وہ صرف مخالف فوجوں کو ختم کرتے ہیں یا سویلین بھی مارے جاتے ہیں۔ یہ اب ایک نارمل پریکٹس ہے۔ اس کے سوا اور کیا چارۂ کار ہے۔ اس صورتِ حال میں خاص طور فلسطینیوں کے لئے کہ جو بالکل نہتے ہیں' ان کے پاس تو اپنی جانوں اور اپنے جسموں کے سوا کوئی ہتھیار ہے ہی نہیں۔ جبکہ ان کے اوپر F-16 سے حملے ہو رہے ہیں اور ٹینک ان کی گلیوں میں دندناتے پھر رہے ہیں۔ اب ظاہر بات ہے کہ ان حالات میں سویلین اور ملٹری کے اندر کوئی فرق نہیں کیا جا سکتا۔

اے آر وانی: ڈاکٹر صاحب! اس وقت جو عالمِ اسلام کی صورتِ حال ہے کہ عرب لیگ یا او آئی سی قسم کی تنظیمیں ناکام ہو چکی ہیں۔ جبکہ اس وقت دنیا میں مسلمانوں کی ڈیڑھ دو ارب کی آبادی ہے' تو کیا ہم آنے والے دنوں میں بطور امت کوئی سٹینڈ لے سکیں گے؟

ڈاکٹر صاحب: میرے نزدیک بطور امت کوئی رول ادا کرنا تو دور کی بات ہے' لیکن ہوگا یہ کہ جیسے یہ صورت حال آگے بڑھے گی تو کم از کم عرب ممالک کے اندر بہت بڑا عوامی ردِعمل شروع ہو جائے گا۔ ہو سکتا ہے کہ ان کے حکمران پہلے تو انہیں کرش کرنے کی کوششیں کریں' اس لئے کہ یہ سب کے سب امریکہ سے خائف ہیں' بعض لوگ تو باقاعدہ ان کے pay roll پر ہیں اور ان کے ایجنٹ ہیں۔ اس حوالے سے پہلے معاملہ یہ ہوگا۔ لیکن اس کے بعد یہ حکومتیں شدید عوامی ردِعمل کے ریلے کے اندر بہہ جائیں گی۔ اس کے بعد کوئی نئی قیادت ابھرے گی اور وہ نئی قیادت اس صورت حال کے اندر اپنی ذمہ داریاں ادا کر سکے گی۔ نیز جو قیادت عرب سے ابھرے گی انہی میں سے ہم سمجھتے ہیں کہ ایک شخصیت جن کا انتظار بھی ہے اور جن کی خبر حضور اکرم ﷺ نے دی ہے حضرت مہدی ہوں گے' اور وہ عرب کے اندر پہلے ایک خالص اسلامی حکومت قائم کریں گے' پھر وہاں سے یہ مزاحمت آگے چلے گی۔

اے آر وانی: موجودہ صورت حال میں پاکستان کہاں کھڑا ہے؟ اور بطور قوم ہماری جو پالیسیاں ہیں ان پر آپ کچھ تبصرہ فرمائیں گے۔

ڈاکٹر صاحب: جو کچھ بھی رول ہم نے افغان وار میں ادا کیا اس ضمن میں پاکستان کی حکومت کی پالیسی کو میں غلط سمجھتا ہوں۔ میرے نزدیک تو یہ غیرت کے بھی منافی ہے اور عدل و انصاف کے اصولوں سے بھی بغاوت پر مبنی تھا۔ اسی طرح یہ پالیسی نظریہ پاکستان کے فلسفہ اور اللہ اس کے رسولؐ کے ساتھ جو وعدے کر کے ہم نے پاکستان حاصل کیا تھا کے بھی خلاف ہے۔ بہرحال اس وقت صورتِ حال یہی ہے کہ پاکستان میں جو حکومت قائم ہے پورے طور سے امریکہ کی ہم نوا ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ حالات کے بدلتے کچھ دیر نہیں لگتی ؎

اور بھی دور فلک ہیں ابھی آنے والے
ناز اتنا نہ کریں ہم کو ستانے والے

صورت حال یہاں کسی بھی وقت تبدیل ہو سکتی ہے۔

اے آر وانی: ڈاکٹر صاحب کیا آپ ریفرنڈم میں ووٹ ڈالنے جا رہے ہیں؟

ڈاکٹر صاحب: میں تو سیاسی میدان کا آدمی سرے سے ہوں ہی نہیں' لیکن میری ذاتی رائے یہ ہے کہ ریفرنڈم کی مخالفت کرنا زیادہ صحیح نہیں ہے بلکہ ریفرنڈم میں حصہ لے کر منفی ووٹ ڈالنا میرے نزدیک زیادہ بہتر ہوگا۔ یہ میری ذاتی رائے ہے' باقی میں اس میدان کا کھلاڑی نہیں ہوں۔

اے آر وانی: ڈاکٹر صاحب آپ کا بہت بہت شکریہ۔ آپ نے اہم معاملات پر ہم کو اپ ڈیٹ کیا۔

بقیہ : منبر ومحراب

نام لے کر ڈرا رہے ہو؟ امریکہ ہمارے شکنجے میں ہے۔ اس کے یہ الفاظ ریکارڈ پر ہیں۔ اسی طرح ایک بار نتن یاہو نے کہا تھا کہ میں واشنگٹن کے اندر آگ لگوا دوں گا اور ۱۱ ستمبر کو اس نے سچ کر دکھایا۔

اب صلح کی راہ میں حائل دو بڑی بڑی رکاوٹیں نوٹ کر لیجئے۔ ایک تو قبۃ الصخرہ کا مسئلہ ہے۔ دوسرے یہ کہ ۳۵'۳۰ لاکھ پناہ گزین ہیں جن کو واپس لینے کے لئے اسرائیل بالکل تیار نہیں۔ اس لئے کہ اسرائیل ہماری ریاست بہاولپور سے بھی چھوٹا ملک ہے۔ اس کی زیادہ سے زیادہ لمبائی ۲۰۰ میل اور زیادہ سے زیادہ چوڑائی ۸۰ میل ہے۔ بعض مقامات پر تو اس سے بھی کم رہ جاتی ہے۔ اس کشتی کے اندر اگر ۳۵ لاکھ افراد مزید آ جائیں تو کشتی ڈوب جائے گی۔ لہٰذا وہ ان پناہ گزینوں کو واپس لینے کو تیار نہیں۔ اس وقت صلح میں یہ دو بڑی رکاوٹیں ہیں۔ آخری آفر جو یہود کی طرف سے آ سکتی تھی وہ ایہود بارک کے زمانے میں کلنٹن کے زیرِ اثر آ گئی تھی۔ ایہود بارک سیکولر یہودی تھا' اس نے آفر کی تھی کہ فلسطینی ریاست ہمیں منظور ہے' یروشلم کی تقسیم بھی ہم قبول کرتے ہیں' یعنی مشرقی یروشلم اپنے پاس رکھو' اس کے جتنے حصے میں مسجد اقصیٰ بنی ہوئی ہے وہ تم رکھ لو لیکن اوپر کا شمالی حصہ جہاں گنبد ہے وہ ہمیں دے دو تا کہ ہم وہاں اپنا ہیکل بنا لیں۔ باقی یہ کہ فلسطینی مہاجرین کو مسلمان ممالک اپنے اندر جذب کر کے انہیں اپنے ملک کی شہریت دیں۔ میرے نزدیک اس سے آگے کوئی یہودی سربراہ نہیں جا سکتا۔ عرفات نے اس تجویز کو رد کر دیا تھا' جس پر امریکہ چیختا رہا کہ اس نے یہ موقع ضائع کر دیا۔ لیکن عرفات نے ہی نہیں' شیرون نے بھی اس تجویز کو رد کر دیا تھا۔ شیرون نے اس وقت جو معاملہ شروع کیا تھا اسی کے نتیجے میں یہ حالیہ فساد کھڑا ہوا ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ نیوز ویک کے تازہ پرچے نے شیرون پر بہت شدت کے ساتھ تنقید کی ہے۔ اس میں ایک مضمون "A blue print for peace" شائع ہوا ہے' جس میں کہا گیا ہے کہ پورا ٹیمپل ماؤنٹ مسلمانوں کو دے دیا جائے البتہ West Wall اور اس کے سامنے کا میدان یہودیوں کے پاس ہو تا کہ وہ اپنا ٹیمپل تعمیر کر سکیں۔ اگر یہ واقعتاً ہو جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت بڑی بات ہوگی۔ لیکن میرے نزدیک یہ مسئلہ لاینحل ہے۔ نہ ہی مسلمان اس سے کبھی دستبردار ہو سکتے ہیں اور نہ یہودی اس کی جگہ تیسرے ہیکل سلیمانی کی تعمیر سے باز رہ سکتے ہیں۔ لہٰذا وہ بڑی جنگ ہو کر رہے گی جس کی خبریں احادیث میں دی گئی ہیں۔ اس موقع پر حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مہدی کی مدد کے لئے فوجیں افغانستان اور پاکستان ہی سے روانہ ہوں گی۔ لہٰذا ہم میں سے ہر شخص کے کرنے کا کام یہ ہے کہ وہ پاکستان کے اس رول کو مضبوط کرنے کے لئے دین کے تقاضوں کو پورا کرے اور مملکت خداداد پاکستان کو ایک حقیقی اسلامی ریاست بنانے کے لئے بھرپور جدوجہد کرے۔ oo (مرتب: فرقان دانش خان)

''ندائے خلافت'' کے ایجنسی ہولڈر حضرات کے لئے ایک خوش کن اطلاع!

اللہ کے فضل و کرم سے ''ندائے خلافت'' ایک طویل عرصہ سے بغیر منافع کمائے اپنی دینی و دعوتی ذمہ داریاں ادا کر رہا ہے۔ اس کمر توڑ مہنگائی اور گزشتہ دنوں ڈاک خرچ میں غیر معمولی اضافے کے باوجود پرچے کی قیمت میں اضافہ نہیں کیا جا رہا' بلکہ ندائے خلافت کی انتظامیہ نے اپنے کرم فرماؤں اور ایجنسی ہولڈروں کی سہولت کے پیش نظر یہ طے کیا ہے آئندہ پانچ یا پانچ سے زائد پرچوں کی ایجنسیوں کو یہ پرچہ پانچ روپے کی بجائے چار روپے میں فراہم کیا جائے گا۔ ڈاک خرچ حسب سابق ادارے کے ذمہ ہوگا۔

(مینجر سرکولیشن)

دعوت دیجئے

یہ نہ سوچئے کہ نتائج کیا ہوں گے

کسی اسلامی تحریک کے کارکنوں میں اپنے فرائض کی ادائیگی کے حوالے سے تساہل تو ممکن ہے لیکن غفلت کا معاملہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ گویا ان کی صورت اس مصرعے کا مصداق ہوتی ہے کہ ع کم کوش سہی لیکن بے ذوق نہیں راہی۔ اس کیفیت کا اظہار ہمارے ہاں اکثر اوقات ساتھیوں سے گفتگو کے دوران سامنے آتا ہے۔ پچھلے دنوں اپنے ایک تحریکی ساتھی سے کافی طویل عرصے کے بعد ملاقات ہوئی۔ میں نے حال احوال پوچھا تو معلوم ہوا کہ ''وہی رفتار بے ڈھنگی جو پہلے تھی سو اب بھی ہے''۔ کہنے لگے کہ بندھا معمول ہے۔ رفقاء ہفتہ میں ایک دن جمع ہو جاتے ہیں۔ امیر محترم کے خطاب جمعہ کا کیسٹ سنتے ہیں۔ ایک آدھ درس قرآن وغیرہ کا پروگرام ہو جاتا ہے۔ چائے شائے پیتے ہیں' پھر رخصت ہو جاتے ہیں۔ میں نے کہا' بھائی اس ''نشستند' گفتند و برخاستند'' سے کیسے کام چلے گا۔ کہنے لگے' بات تو آپ کی درست ہے۔ ہمیں بھی اس کا احساس ہے لیکن کیا کیا جائے۔ میں نے اپنی وہی پرانی بات دہرائی جس کا اکثر و بیشتر ان کالموں میں اعادہ کرتا رہتا ہوں۔ دعوت کا کام تو رابطوں کے ذریعے ہی ممکن ہے' وہ بھی عمومی نہیں بلکہ ذاتی رابطے۔ کہنے لگے کہ اس کا کوئی موثر طریقہ! میں نے کہا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ ساتھیوں کی توجہ اس طرف دلائی جانی چاہئے کہ وہ اقامت دین کی اس جدوجہد میں کیوں شامل ہوئے تھے۔ انہیں اس حوالے سے اپنے احتساب پر آمادہ کیا جانا چاہئے۔ دعوت کی جو تدریج ہے اس ضمن میں انہوں نے کیا کیا ہے؟ وہ اپنا جائزہ لیں کہ اس قافلے میں شمولیت کے نتیجے میں ان کی ایمانی کیفیت میں اضافہ ہوا ہے یا نہیں۔ اس لئے کہ جب تک داعی کی ایمانی کیفیت میں گہرائی و گیرائی پیدا نہیں ہوگی' اگلا مرحلہ کیسے شروع ہوگا۔ اگر انہیں اس بارے میں اپنی کیفیت پہلے سے بہتر محسوس ہو تو اگلا سوال یہ ہے کہ کیا انہوں نے اپنی ذات سے آگے بڑھ کر دعوت کا دائرہ بتدریج اپنے اہل خانہ اعزا و اقربا اور دوست احباب تک وسیع کیا ہے۔ اس ایک مسئلے ہی کو لیجئے۔ اس کام میں آپ کو ایک سادہ سا طریقہ بتاتا ہوں۔ آپ اپنے ساتھیوں سے کہیں کہ وہ اپنے اعزا و اقربا اور دوست احباب کی ایک فہرست مرتب کریں۔ پھر باری باری ان حضرات سے ملاقاتوں کے دوران ان کے سامنے دین کی دعوت رکھیں۔ بعض اوقات اپنوں کو دعوت پیش کرنے میں لوگ حجاب محسوس کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں ساتھیوں کا فرض ہے کہ ایک دوسرے کی مدد کریں۔ اپنی

محمد سمیع' کراچی

اپنی فہرست کا آپس میں مبادلہ (Exchange) کرلیں اور پھر ان فہرستوں کے مطابق دعوت کے کام کا آغاز کر

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

بقیہ: تجزیہ

جاسکتا۔ وہ جنرل مشرف کو عمومی اتفاق رائے سے صدر قبول کرلیں اور انہیں واپسی کا باعزت راستہ دیں۔ انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ واپسی کا راستہ اگر کمزور ترین جانور کو بھی میسر نہ آئے تو وہ حملہ آور ہو جاتا ہے۔ آرمی چیف اور وہ بھی پاکستان کا' بڑا طاقتور شخص ہوتا ہے۔ کوئی درمیانی راستہ نکال کر اس مسئلہ کو حل کرنا چاہئے۔ صدر مشرف بھارت کو بار بار مذاکرات کی دعوت دیتے ہیں' اپنے مسلمان پاکستانی بھائیوں سے مذاکرات میں کیا حرج ہے! لڑنے جھگڑنے کا وقت گزر چکا ہے' اب باعزت طریقہ سے مذاکرات کا وقت ہے۔ راقم پورے وثوق سے کہہ سکتا ہے کہ فوج باعزت طریقے سے بیرکوں میں واپس جاسکے گی اور سیاسی لوگ بھی کچھ نہ کچھ عبرت حاصل کرچکے ہوں گے۔ اللہ پاکستان پر رحم فرمائے اور اس کی مشکلات دور کرے!

[illegible] امتحانات سے فارغ طلبہ [illegible]

قرآن کالج آف آرٹس اینڈ سائنس

191۔اتاترک بلاک' نیو گارڈن ٹاؤن' لاہور۔فون: 5833637

کے زیر اہتمام

اسلامک جنرل نالج ورکشاپ

7 مئی تا 8 جون 2002ء (قریباً ایک ماہ)

اوقات: صبح 9:00 تا دوپہر 1.00 بجے روزانہ

مضامین:

1) تجوید و ناظرہ
2) مطالعہ قرآن حکیم
3) مطالعہ حدیث
4) تعارف ارکان اسلام' مسائل نماز
5) کمپیوٹر EDP
6) بنیادی انگلش گرامر پر خصوصی لیکچرز

کورس کے اختتام پر کامیاب طلبہ میں اسناد تقسیم کی جائیں گی۔

ہاسٹل میں محدود سہولت دستیاب ہے۔ ہاسٹل میں مقیم طلبہ کو شام کے اوقات میں بھی مصروف رکھنے کا اہتمام ہوگا۔ ان شاء اللہ

نوٹ: کورس فیس 300 روپے جبکہ ہاسٹل میں مقیم طلبہ کیلئے زرِطعام 1000 روپے

ان مستحق طلبہ کے لئے جو اخراجات ادا نہ کرسکتے ہوں [illegible]

المعلن: حافظ عاکف سعید' ناظم قرآن کالج' فون رابطہ: 03-5869501

عدلیہ کے کردار پر ملک کے سینئر صحافی کا معنی خیز تبصرہ

نعیم اختر عدنان

جناب ارشاد احمد حقانی ملک کے قابل فخر، مایہ ناز اور منجھے ہوئے صحافی ہیں۔ روزنامہ "جنگ" جیسے کثیر الاشاعت اخبار میں "حرف تمنا" کے عنوان سے کالم نگاری کرتے ہیں۔ حقانی صاحب کے خیالات سے اختلاف و اتفاق سے قطع نظر ان کے افکار، تجزیوں اور مشوروں کو اندرون ملک اور بیرون ملک بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

عدلیہ کو بجا طور پر ریاست کے ایک اہم ستون کی حیثیت حاصل ہے۔ اس کے کردار کی اہمیت سے کوئی باشعور معاشرہ انکار نہیں کر سکتا۔ ترقی پذیر اور پسماندہ ممالک کی عدلیہ بھی عموماً اپنے گردوپیش کے احوال و ظروف کو مدنظر رکھ کر ہی اپنے "کردار" کو ادا کرتی ہے۔ آیئے دیکھیں عدلیہ کے کردار کے بارے میں جناب ارشاد احمد حقانی کیا رائے رکھتے ہیں!

"سپریم کورٹ کے پانچ رکنی بنچ نے ججوں کی تقرری کے حوالے سے تمام درخواستیں مسترد کر دی ہیں اور حکومتی فیصلے کو حق بجانب قرار دیا ہے...... میں یہ تو نہیں کہوں گا کہ سپریم کورٹ کا فیصلہ حسب توقع ہے یا حسب اندیشہ، لیکن مجھے اس سے صدمہ ضرور ہوا ہے...... ججز کیس کے حوالے سے سپریم کورٹ کے فیصلے سے سنیارٹی کا اصول نظر انداز کرنے کی ایک اور افسوسناک نظیر قائم ہو گئی ہے۔ عدلیہ میں تقرری کے طریق کار میں پائی جانے والی متعدد خامیوں اور کمزوریوں کی اصلاح کے جو امکانات ججز کیس کے فیصلہ سے پیدا ہوئے تھے، بظاہر وہ دریا برد ہوتے محسوس ہو رہے ہیں۔ اس پر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے کے سوا کیا کیا جا سکتا ہے......"

"ریفرنڈم آرڈیننس میں ووٹنگ کا جو انداز اور طریق کار تجویز کیا گیا ہے...... ہمیں نہیں معلوم کہ بلوچستان ہائیکورٹ کے ایک جج صاحب نے الیکشن کمیشن کے رکن کے طور پر کام کرنے سے معذرت کیوں کی ہے، لیکن چیف الیکشن کمشنر کی آمادگی پر بھی اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ انا للہ وانا الیہ راجعون"

"جماعت اسلامی کے امیر قاضی حسین احمد اور ممتاز قانون دان اے کے ڈوگر کی ریفرنڈم آرڈیننس کے خلاف دائر درخواستیں، میری تمنا ہے کہ منظور ہو جائیں لیکن اگر یہ درخواستیں بھی مسترد کر دی جائیں تو بھی ان دو حضرات کو انا للہ وانا الیہ راجعون کی قرآنی دعا پڑھنی چاہیے۔"

"مجھ جیسا پس منظر رکھنے والا شخص جب دیکھتا ہے کہ ایک دفعہ پھر پاکستان میں آئین کی بالادستی اور جمہوری کلچر کے فروغ کی امیدیں مجروح ہو رہی ہیں تو کیا وہ انا للہ وانا الیہ راجعون کے کہنے سے اپنے آپ کو روک سکتا ہے؟"

"ندائے خلافت" کے باخبر قارئین "عدلیہ کے کردار" پر جناب ارشاد احمد حقانی کا تبصرہ پڑھ کر ان کے ہم زبان ہو جائیں تاکہ ایک اہم ریاستی ادارے کی "کارکردگی" پر انا للہ وانا الیہ راجعون کے معنی خیز تبصرہ سے لطف اندوز ہو سکیں۔ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست!

ایک خواب لیکن حقیقت

ذوالفقار علی، ایبٹ آباد

عالم خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے دائیں ہاتھ میں سفید رنگ کی ایک روحانی تلوار ہے۔ ہر طرف اندھیرا اور تاریکی ہے۔ اس دوران کچھ نادیدہ اشیاء مجھ پر حملہ آور ہوتی ہیں لیکن میں ان کا مقابلہ اُس تلوار کے ساتھ کرتا ہوں۔ تلوار کی ضرب جس چیز پر بھی پڑتی ہے، وہ پاش پاش ہو جاتی ہے۔ اس جنگ کے دوران میں کچھ خوف محسوس نہیں کرتا بلکہ اپنے قلب میں ایک روحانی اطمینان اور مسرت محسوس کرتا ہوں۔

بیدار ہوا تو اذانِ فجر کی آواز میرے کانوں میں گونج رہی تھی۔ اپنے بستر پر بیٹھا محوِ حیرت ہوں کہ یا اللہ یہ کیسا خواب تھا اور میرے ہاتھ میں یہ تلوار کیسی تھی! فوراً اللہ کی طرف سے ذہن میں یہ خیال آتا ہے کہ یہ تلوار جو تیرے ہاتھ میں تھی یہ "قرآن" ہے اور تُو اس تلوار کے ساتھ ہر قسم کے باطل کا مقابلہ کر رہا تھا۔ کچھ دیر کے بعد اہلیہ سے خواب بیان کیا تو اُس نے بھی کہا یہ "قرآن" ہے۔ چند دنوں کے بعد ایک بزرگ دوست سے ذکر کیا تو انہوں نے بھی کہا کہ یہ "قرآن" ہے۔

مسلمانوں کی حالتِ زار کو دیکھتا ہوں تو دل خون کے آنسو روتا ہے۔ حالات کے زیر اثر مایوسی بھی پیدا ہوتی ہے۔ لیکن پھر ایک نیا عزم و حوصلہ اور جرأت بھی بظاہر ہوتی ہے کہ جب تمہارے ہاتھ میں قرآن جیسی تلوار ہے تو پھر مایوسی اور خوف کیسا، بددلی اور نا اُمیدی کیسی! کاش مسلمانوں کو یہ یقین آ جائے کہ قرآن اور فقط قرآن ہی ہمارے تمام مصائب کا حل ہے تو ہمارے حالات تبدیل ہو سکتے ہیں۔

بقیہ : جاگو جگاؤ

دیں۔ ہمارے اکثر ساتھیوں کو یہ شکایت ہوتی ہے کہ ہمیں دعوت دینے کا طریقہ ہی نہیں آتا۔ تو جناب میں اپنے ان تحریکی ساتھیوں سے یہ کہوں گا کہ دعوت کا کام بس شروع کر دیں۔ یہ نہ سوچیں کہ ہماری بے ربط گفتگو کا مخاطب پر کیا اثر ہوگا۔ دنیا میں کوئی شخص پیدائشی طور پر داعی بن کر پیدا نہیں ہوا۔ آپ دیکھیں کہ لوگ تو دنیا کے معاملے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کے لئے ہر جائز و ناجائز کام کر رہے ہیں۔ آپ بھی اسی دنیا کے ایک فرد ہیں، لیکن آپ نے مخالف سمت میں چلنے کا ارادہ کیا اور آخرت کے معاملے میں ایک دوسرے پر مسابقت کے لئے اقامت دین کی جدوجہد میں شامل ہو گئے۔ جب اتنا مشکل کام کرنے کا عزم آپ اپنے اندر موجود پاتے ہیں تو اس مشن کے ایک شعبے میں آپ کا یہ تساہل چہ معنی! شاید اس کی وجہ دعوت کے معاملے میں اپنی ناکامی کا خوف ہے، اس لئے کہ آپ نے ایک مفروضہ قائم کر لیا ہے کہ آپ کو دعوت دینے کا طریقہ نہیں آتا۔ نتائج سے بے پروا ہو کر اس دعوت کو پیش کریں جس کے نتیجے میں لوگ دنیا کے فکروں سے آزاد ہو جائیں البتہ ایک ہی فکر انہیں دامن گیر ہو جائے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر کے آخرت میں سرخروئی حاصل کریں۔

انتقال پُر ملال

تنظیم اسلامی کوئٹہ کے دیرینہ رفیق جناب نور بخش یکم اپریل ۲۰۰۲ء کو قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئے ہیں۔ وہ کافی عرصے سے دل اور گردے کے عوارض میں مبتلا تھے۔

تنظیم اسلامی لاہور جنوبی کا

ماہانہ دعوت فورم

زیر صدارت:

حافظ عاکف سعید، نائب امیر تنظیم اسلامی پاکستان

ان شاء اللہ العزیز جمعہ 26 اپریل 2002ء

بعد نماز مغرب 8 بجے

بمقام: دفتر تنظیم اسلامی لاہور جنوبی

866۔ این، پونچھ روڈ سمن آباد منعقد ہوگا

موضوع: اقبال اور دورِ ابلیسیت

مقررین: ڈاکٹر وحید عشرت، ڈاکٹر آغا یمین

احباب شرکت کی درخواست ہے

to the poverty problem while the Islamic way of life is a constitutional requirement under Article 31 of the Constitution of Pakistan.

We need to understand the epistemological significance of poverty as defined and understood in Islam. Faqir (poorest of the poor) and Miskeen (whose legitimate needs exceed his means) are the two basic classifications of poor in Islam. Contrary to the interest based cosmetic approach, the Islamic way of poverty alleviation focuses on developing human resource (tadreeb) and providing relevant job opportunity. The institutions identified for financial assistance to the poor are assistance (Kifalah) by: the nearest kith and kin; the neighbours under neighbourhood rights; others in the form of mandatory charity like Zakat; and through temporary and permanent endowments. Moreover, an Islamic State is bound to provide sustenance to its citizens irrespective of their religion. The State meets this responsibility by collection of Zakat, other emergent charities and raising taxes. The enormity of such relief to the poor under Islam cannot be disputed. Instead of taking religion out of our public life, if we focus on integrating Islamic principles in our daily life, the social response to poverty, irrespective of the involvement of the State, would be far more supportive than all the donated funds together. Zakat and Bait-ul-Mal are the two institutions, which, if used properly, can address the problem of poverty to a great extent. The institution of Bait-ul-Mal has tremendous potential for reaching the poor and helping them to escape the poverty trap without engaging in the curse of micro-credit. An assessment of both Zakat and Bait-ul-Mal in terms of their mis-utilisation and rehabilitative contribution is urgently required. The importance of Islamic arrangements for poverty alleviation lies in the fact that the poor cannot afford loans at 20-25% interest rate, which either make them defaulters or the staff of concerned organisations get involved in corruption by showing funds reserved for other purposes as recovery of the micro-credit. More than 70 per cent rural population depend mainly on agriculture. The land tenure system is a colonial legacy. India addressed this problem in the initial few years, but the impact of land reforms in Pakistan, introduced on three occasions, has been less than structural. Instead of addicting more and more poor to micro-credit with no significant change in their poverty status, it is better for an authoritative regime, like Musharraf's, to introduce revolutionary land reforms and address the poverty problem on long-term basis. Instead of purely relying on interest-based loans, programmes like Pakistan Poverty Alleviation Fund and Khushhali Bank need to look into the Islamic ways, like Mudariba, Musharika, Khumus, etc for supporting the needy. The work opportunities through mega projects as described by the General in every speech are not going to address the suffering of millions living in remote regions, where cottage or rural industries need to be promoted on priority basis. Pakistan introduced Zakat and Ushr ordinance in 1980. The collection of Ushr, a percentage of land produce, has not been very satisfactory because it is being done through the Land Revenue Administration which, as a legacy of the colonial days, is not tuned to such a revolutionary concept of an Islamic welfare State. However, if the legislation is enforced in letter and spirit, poverty will find no spawning grounds and the poor and the needy will be integrated with the rest of the society. There is also a need to introduce a representative system for the collection and utilization of Zakat. The new decentralized local government system can play a vital role in local collection and disbursement to the local poor. This would build social cohesion as well. The ongoing poverty alleviation measures show that despite the fact that markets do not eliminate poverty, because they tend to move new wealth away from poor communities, most NGOs and the government follow the capitalist market doctrines. They secure dividends by concentrating investments in relatively favourable environments. The poorest people in the poorest places have thus disappeared in practice - if not in ideology and publicity – from NGO net-works and government programmes, almost as surely as they vanished from private marketing surveys and business plans. Without coming back to Islam for finding solutions to our problems, we may never achieve the lofty goals that we set for ourselves - whether they are in the field of poverty alleviation or any other aspect of our collective and individual lives. The problem is that we are not ready to even give it a thought because the pockets in which we have put our hands for survival are leading us in exactly the opposite direction.

حقیقت ایمان

اقرار لسانی ـــــ تصدیق قلبی

ایک مرتبہ کسی پنڈت نے مولانا ثناء اللہ امرتسری سے ایک سوال کیا کہ مسلمان کہتے ہیں کہ جس دل میں کلمہ داخل ہوگا اس کو دوزخ کی آگ نہیں جلائے گی' یہ ہمارے پاس ایک سکہ ہے' اس پر کلمہ لکھا ہوا ہے۔ ہم اس کو کٹھالی میں رکھ کر آگ جلاتے ہیں۔ اگر یہ جل گیا تو مسلمانوں کی بات غلط ہے اور اگر یہ نہ جلا تو مسلمانوں کی بات صحیح ہے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ کلمہ پڑھنا ضروری نہیں ہے' اچھے عمل ہم بھی کرتے ہیں اس لئے ہمیں بھی جنت ملے گی۔

حضرت الشیخ نے فرمایا کہ اس علاقہ میں ایک جلسہ رکھو' افادہ عام کے لئے اس میں جواب دیا جائے گا۔ چنانچہ ایک جلسہ منعقد کیا گیا' پھر اس پنڈت کو بلایا گیا کہ آؤ تمہارے سوال کا جواب دیا جائے گا۔ وہ آیا اور اپنا سوال دہرایا۔ حضرت الشیخ نے فرمایا کہ اگر یہاں کوئی لوہار ہے تو وہ ایک بانک اور لوہے والی آری لائے۔ یہ دونوں چیزیں لائی گئیں۔ حضرت الشیخ نے فرمایا کہ اس سکے کو اس میں اچھی طرح باندھ دو۔ اس کو باندھ دیا گیا۔ پھر حضرت الشیخ نے فرمایا کہ ہم اس سکے کو درمیان سے چیریں گے۔ اگر تو اس پر لکھا ہوا کلمہ اس کے اندر داخل ہوگا تو پھر اس کو آگ ہرگز نہیں جلائے گی اور اگر یہ صرف اوپر ہی لکھا ہوا ہے اور اس کے اندر داخل نہیں ہے تو اس کو آگ جلائے گی۔ ٹھیک اسی طرح اگر کسی مسلمان کے دل میں صحیح صحیح کلمہ داخل ہو چکا ہے تو اس کو جہنم کی آگ بالکل نہیں جلائے گی اور اگر منافقین کی طرح کلمہ اوپر سے پڑھا ہے تو پھر اس کی خیر نہیں ہے۔ جب اس سکے کو چیرا گیا تو ظاہر ہے کلمہ اس کے اندر نہیں تھا لہٰذا اس کو آگ نے جلانا ہی تھا۔ یہی حال اوپر سے کلمہ پڑھنے والے مسلمان کا ہی ہے تو کافروں کا کیا حال ہوگا!

Vol:11 Regd.CPL No:127 No:16

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(E-mail: abidjan@tanzeem.org)

The Only Way to Address Poverty.

General Musharraf has solemnly committed himself to poverty alleviation and elimination of Islam from politics. Interestingly, the more the General runs away from Islam, the more we find real solutions to almost all of our problems in Islam. Poverty is presented as a problem that has never been successfully addressed. In fact, it is not that poverty has yet to be understood; it is because the right approach has not been applied. The roots of poverty are not in the community at the grassroots level. Poverty is essentially a socio-political product of the systems imposed from the top -- at national and international levels. For instance, the roots of poverty are in the system under which millions of rupees from the public funds are being spent on referendum but a government office, just 100 metres from the Chief Executive Secretariat in Islamabad, cannot afford to mail a letter due to shortage of fund. Like many other government departments, this department has been notified not to utilise more than 37 percent of its allocated budget. As more and more people rise against the tyrannical capitalist systems in the developed world, we are fast embracing the same defunct systems. The capitalist formula is about import liberalization, i.e. to free up trade, let all imports in, and then the competition will make developing industries more competitive with developed industries. The IMF demands of a country in trouble to earn more and spend less. "Earn more," means export more, devote resources to export production and not to production for local needs. "Spend less," means cut budgets, cut state expenditures, make bank credit scarce and expensive. General Musharraf is following this formula. It's the common man who is hurt because prices go up; food subsidies are abolished; transport becomes more expensive; electricity, gas, and other basic services go up; and then education, and health budgets practically disappear. All this doesn't hurt the elites much because they can afford private services. The idea that all countries can find a niche and something to export more easily and at less cost than others doesn't work because there are already monopolies and the debtor countries are now exporting abnormally high amounts of goods. We rush for export because we won't get any money unless we follow the instructions. So, several dozen countries at once have to export the same limited range of goods in competition. As a result, the price goes down, we try to export even more and there is the most terrific glut and slump in commodity prices. This of course is the recipe for disaster. But the IMF insists everyone can profit from a comparative advantage. For that, we have to be able to diversify our economy, which requires more money. There's no spare cash. So prices get lower and lower, and the little that is earned goes into debt service. There isn't any new investment, and it's just a complete never-ending downward spiral. The capitalist dictated solutions for poverty alleviation are simply to moderate the pain, not to let anyone off the hook. The problem is that even if all the debt were written off, the poor wouldn't automatically benefit from debt relief because there is so much power in the hands of the elite, who maintain the status quo at national levels. Undoubtedly, mismanagement and mis-allocation of funds are the two main causes of poverty in countries like Pakistan, where the poor are getting poorer and the rich richer with each passing day. Structural adjustment programmes are often beneficial to local elites, providing them with such advantages as rock-bottom wages and opportunities for buy-ups of privatised companies; they are happy to cooperate. The wholesale poverty alleviation programs only sustain the predicament. A rethinking of poverty alleviation strategies is needed without any dictation of solutions from abroad. As long as the root causes of poverty at the upper levels remain intact, poverty cannot be solved using one blanket approach -- providing everyone with soft loans. The international donor community, including the World Bank and Asian Development Bank continue showering people with micro-credit expecting them to recover and show an increased consumption rate. The international donor community is generally insensitive to the context of our poverty problems and continues to judge the situation according to the macroeconomic management --which speaks only about fiscal and monetary policies whose instruments, ultimately, are loans and interest, or as recently happened some donors (Swiss) are directly providing funds to political parties (ANP in NWFP, Bugthi group in Baluchistan, ML (Q) in Punjab and MQM in Sindh) for development without any clear criteria. This is absolutely incomprehensible and unprecedented on the one hand and contrary to devolution of power plan on the other, as the elected representatives would be watching the un-elected party workers doing the community development schemes for the poor. This means that we need to rethink our strategy in poverty alleviation, we need to study and develop the potential to overcome our poverty, which seems to have expanded as well as deepened, because of the 1. Lack of a comprehensive approach; 2. Following donor's agenda without its relevance to the local conditions; 3. High social, political and economic inequality, and 4. High inflation relative to rise in income for fixed income groups. The lately embraced, micro-credit based approach is considered as the final solution. This is akin to gagging the poor with a few thousand rupees and leaving the exploitative systems intact for perpetuating poverty. Being Muslims, our poverty alleviation strategies cannot be alienated from our ideological moorings. Like every other problem, we are looking for secular solutions